تعلیم و تربیت

مئی 2004ء

ہمارے محمد ﷺ بڑی شان والے

ایک خیال انگیز تحریر...... صفحہ 6 پر

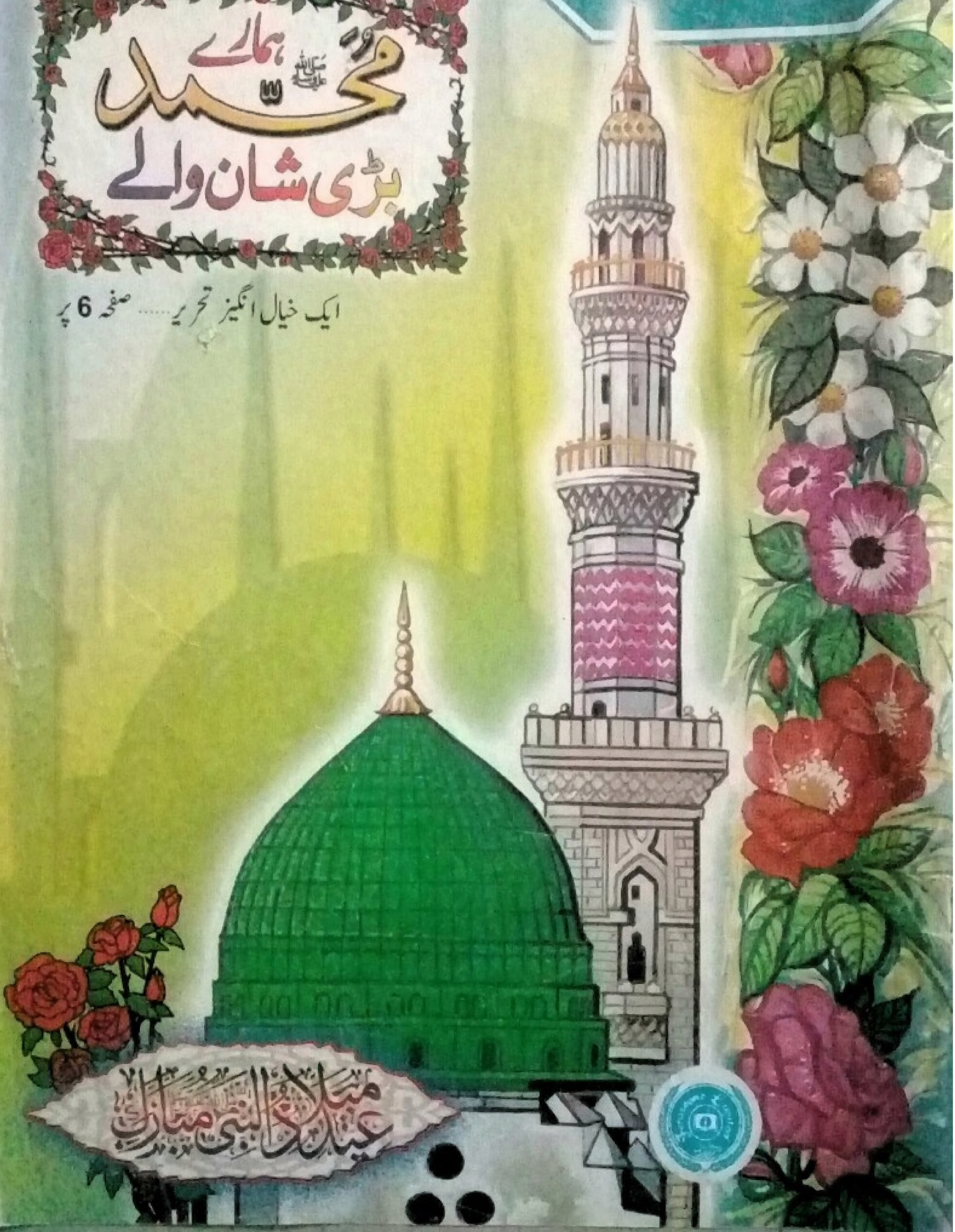

تعلیم و تربیت

بچوں کا محبوب رسالہ

چیف ایڈیٹر
عبدالسلام

ایڈیٹر/پبلشر
ظہیر سلام

مشیر خاص
سید مقبول حسین شاہ

مشیر
سعید لخت

اسسٹنٹ ایڈیٹر
محمد جاوید امتیازی

سید شوکت اعجاز

محمد بشیر راہی

REHAN BOOK CENTRE
G-9 Markaz (Karachi Co.
Islamabad. Ph: 285 13 14

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

السلام علیکم ورحمتہ اللہ!

عید میلادالنبیؐ کی مبارکباد قبول کیجیے اللہ پاک آپ سب بچوں کو آنحضورﷺ کی پیاری تعلیمات پر عمل کرنے اور سچا مسلمان بننے کی توفیق بخشے اور خوشیوں کامیابیوں اور خوشحالیوں سے مالا مال کرے۔ آمین

یاد رکھیے جس طرح پیارے نبیﷺ پوری کائنات کے لیے "رحمتہ للعالمین" بن کر آئے اُن کی تعلیمات خیر و سلامتی کا باعث بنیں اور اسلام سے بہرہ ور ہو کر اندھیرے میں ڈوبے ہوئے عرب بادیہ نشین معاشرتی برائیوں اور گمراہیوں سے نکل کر باہمی تحمل و رواداری اخوت و محبت اور ایمان و خلوص کے پیکر اور معاشرتی امن و سکون کی ضمانت بنے بالکل اسی طرح آپ کی امت کا ہر فرد اپنے اہلِ خانہ، بال بچوں، محلے داروں اور اپنے ہم وطنوں ہی کے لیے نہیں بلکہ پوری انسانیت کے لیے سراپا رحمت ہے اور ہونا بھی چاہیے۔ آیئے! محبت و اخوت والے، رحمت و سلامتی والے، تحمل و برداشت والے، حق و صداقت والے، ہنسنے مسکرانے والے بچے اور بنیے مسلمان بنیں۔ اچھے، صلح جو اور امن پسند بنیں اپنے گھربار کے لیے، معاشرے اور وطن کے لیے اور پوری انسانی برادری کے لیے ...... یہی سیرت نبوی کا اصل پیغام ہے!

یہ سب اللہ کا کرم اور اس کی توفیق ہے کہ تعلیم و تربیت کے اس خاص شمارے کو بچوں کی ادبی تاریخ میں "اولین سیرت النبیؐ نمبر" ہونے کا شرف حاصل ہوا۔ ہمیں آپ کی قیمتی رائے کا انتظار رہے گا۔

تعلیم و تربیت کا آئندہ شمارہ (جون 2004ء) سالنامہ ہوگا اس کے لیے زور و شور سے تیاریاں جاری ہیں۔ آپ کی دعا اور اللہ رب العزت کے فضل و کرم سے سالنامہ حسبِ سابق اپنی مثال آپ ہوگا۔ ان شاء اللہ! ...... جی ہاں! سالنامے کے بھرپور استقبال اور اپنے تمام دوستوں میں اس کی شایانِ شان پذیرائی کے لیے ابھی سے تیار ہو جایئے۔ تعلیم و تربیت کا سالنامہ اتنا مزیدار، چٹ پٹا، رنگارنگ، ہنستا کھلکھلاتا اور دلکش ہوگا کہ آپ اسے مدتوں فراموش نہیں کر سکیں گے! ہماری یہ ساری کاوشیں، ہونہار بچو! آپ ہی کے لیے ہیں۔ خوش رہیے اور دوسروں کو بھی خوش رکھیے، ہماری دعائیں آپ کے ساتھ ہیں۔ (ایڈیٹر)

آئندہ شمارے میں

خوش ہو جایئے

...... کہ "سالگرہ نمبر" آپ کے لیے لا رہا ہے بے شمار دلچسپ اور مزے مزے کی کہانیاں، رنگارنگ سلسلے، حیران کن معلومات، شکاریات، حیرتناک قصے، جاسوسی کہانیاں، دلپذیر نظمیں، کارٹون، لاتعداد رنگین تصاویر اور چٹ پٹے بارہ مسالوں کے ساتھ وہ سب کچھ جسے پا کر آپ کی خوشیاں دوبالا ہو جائیں گی! (ان شاء اللہ)

اس شمارے میں

بزمِ قرآن	ڈاکٹر عبدالرؤف	4
محمد ہمارے بڑی شان والے	فرحت جبیں	6
بچوں سے پیار کرنے والے رسولؐ	ایم یوسف خان	11
سلام اس پر کہ جس نے	ماہر القادری	13
دعائے خلیل اور نوید مسیحا	جنید احمد	14
رسول اللہؐ کی پیاری مسکراہٹیں	جمشید اختر	16
فریاد آمنہ کے لال سے	جاوید امتیازی	19
[illegible]	وجیہہ طاہر	20
[illegible]	نذیر انبالوی	21
نعت [illegible]	عبدالعزیز خالد	25
پیارے نبیؐ بچپن اور جوانی	عبدالحمید عابد	26
حیاتِ مقدس ایک نظر میں	سید محمد جاوید امتیازی	28
[illegible]	ثانیہ مختار	30
کھیل اور کھلاڑی	سید شوکت اعجاز	32
حیران کن	سید شوکت اعجاز	36
طلسمی انگوٹھی	محمد فاروق دانش	40
ہمسفر بزرگ	مظہر یوسف زئی	46
جانور کہانی (نمبر 4)	حسن ذکی کاظمی	49
محنت کی عظمت (نظم)	ناصر زیدی	54
کارٹون کہانی	شاہد ریاض شاہد	57
جو کرتے ہیں دنیا میں محنت زیادہ	جاوید امتیازی	58
تلاش گمشدہ	اقتدار ساجد	60

اور بہت سے دوسرے دلچسپ سلسلے

سرورق: عید میلادالنبیؐ

قیمت فی پرچہ: 15 روپے

مئی 2004ء

ماہنامہ تعلیم و تربیت 32۔ ایمپریس روڈ لاہور
U.A.N: 042-111-62-62-62 Fax: 042-6369204
Email: support@ferozsons.com.pk
Website: http://www.taleemotarbiat.com

سالانہ خریدار بننے کے لیے سال بھر کے شماروں کی قیمت بنک ڈرافٹ، چیک یا منی آرڈر کی صورت میں سرکولیشن منیجر ماہنامہ "تعلیم و تربیت" 32۔ ایمپریس روڈ، لاہور کے پتے پر پیشگی ارسال کریں۔
فون: 6361309-6361310-6278815 فیکس: 6278816

سالانہ قیمت:
پاکستان میں (صرف رجسٹری کے ساتھ) =/345 روپے
مشرق وسطیٰ اور افریقہ (ہوائی ڈاک سے) =/750 روپے
یورپ (ہوائی ڈاک سے) =/830 روپے
امریکا اور مشرق بعید (ہوائی ڈاک سے) =/950 روپے

پرنٹر: عبدالسلام۔ مطبوعہ فیروز سنز (پرائیویٹ) لمیٹڈ لاہور
سرکولیشن اور اکاؤنٹس: 60۔ شاہراہ قائداعظم لاہور

قرآن مجید میں سرور کائنات حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ کا نام جا بجا آتا ہے۔ آنحضورؐ نے مسلمانوں کے لیے خصوصاً اور دنیا بھر کے انسانوں کے لیے عموماً اس قدر گراں قدر خدمات انجام دی ہیں کہ آپ کا نام سنتے ہی عقیدت و احترام کے جذبے جوش میں آنے لگتے ہیں۔ اس محسن اعظمؐ کی تاریخ ولادت 12 (یا بعض حوالوں سے 9) ربیع الاول 53 قبل ہجری بمطابق 21 اپریل 571ء ہے۔ آپ کی ولادت غیر معمولی مبارک ہونے کے ناتے سے ہم آج کے درس قرآن کا موضوع عید میلاد النبیؐ بناتے ہیں۔

ولادت نبیؐ کے روز بعض اسلامی ممالک میں جو متنوع تقریبات منعقد ہوتی ہیں انہیں عید میلاد النبیؐ کے جشن کہا جاتا ہے۔ عید میلاد النبیؐ کا آغاز مصر اور ترکی سے ہوا۔ پھر ہندوستان کے بعض علاقوں میں اس کی ابتداء ہوئی۔ قیام پاکستان کے بعد عید میلاد النبیؐ بڑے جوش و جذبے سے منانا شروع ہوئی۔ چنانچہ اس مبارک دن باقی چھوٹے موٹے پروگراموں کے علاوہ قرأت قرآن حکیم' نعت خوانی اور جلسے جلوسوں کے سلسلے بڑے زور و شور اور عقیدت و احترام سے منعقد ہوتے ہیں۔ اس دن ملک بھر میں مکمل سرکاری تعطیل ہوتی ہے۔

محسنؐ کائنات سے اظہار عقیدت و احترام بے حد بابرکت جذبہ ہے۔ مگر اس پاک جذبے کی لے میں آخر عقل و خرد کو معطل کر دینا کہاں کی عقیدت ہے! تلاوت قرآن حکیم' نعتوں اور قوالیوں کے اہتمام سے ایمان یقیناً تازہ ہوتا ہے مگر نری ہلے گلے کی نمائش بھی غیر اسلامی ہے۔

عید میلاد النبیؐ تعمیری اور ترقیاتی طریقے سے منانے میں سارے ملک بلکہ عالم اسلام کی معیشت و معاشرت میں انقلاب برپا ہوسکتا ہے۔ تلاوت قرآن مجید' نعتوں' قوالیوں اور چراغاں کی اہمیت اپنی جگہ' اس مبارک دن کو تعمیر و ترقی کا وسیلہ بنانا بھی بے حد ضروری ہے۔ جوشیلے جلسے جلوسوں' خورد و نوش کی تقریبوں' رنگا رنگ سجاوٹوں اور روشنیوں پر اکتفا کر کے اس پر بے دریغ دولت نچھاور کرنے میں کہاں کی دانشمندی ہے؟ ہماری بقاء اور احیاء کے لیے یہ بات بے حد ضروری ہے کہ خوشی اور برکت کے اس عظیم موقع پر ہم تعمیر و ترقی کے ان پروگراموں کا آغاز بھی کریں جو آنحضور ﷺ کے نزدیک محبوب اور مستحسن مشغلہ ہے۔

☆☆☆

ہمارے بڑی شان والے محمد صلی اللہ علیہ وسلم

آفتابِ ہدایت

رات کتنی ہی تاریک کیوں نہ ہو' سویرا ضرور ہوتا ہے۔ آفتاب کی پہلی ہی کرن رات کے گھٹا ٹوپ اندھیروں پر غالب آجاتی ہے۔ اسی طرح تہذیب و معاشرت میں جب جہالت اور گمراہی کے اندھیرے پھیل جائیں اور انسانیت حرص و ہوس کی آندھیوں میں بھٹکتی چلی جائے تو خداوند تعالیٰ کی مہربانی سے روشنی اور راستی کا سامان ضرور پیدا ہوتا ہے۔

پہلے پہل انسان کے پاس علم کی روشنی کم تھی۔ وہ دنیا اور اس کے بنانے والے کے بارے میں کچھ بھی تو نہیں جانتا تھا۔ حال یہ تھا کہ لوگوں نے جہاں بھی کوئی بڑی یا خوفناک چیز دیکھی اسی کو اپنا رب اور معبود سمجھ لیا اور اسی کے آگے جھک گئے۔ اس طرح جہالت اور گمراہی پھیلتی چلی گئی۔ کوئی درختوں کو پوجنے لگا تو کوئی چاند ستاروں کی عبادت کرنے لگا۔ رفتہ رفتہ پتھر کے بتوں کی پوجا بھی ہونے لگی۔ مگر اللہ تعالیٰ جو ساری کائنات کا مالک اور ہر چیز کو پیدا کرنے والا ہے' اُسے تو اپنے بندوں سے بے حد پیار ہے نا! اسی لیے اس نے انسانوں کو گمراہی سے بچانے اور سیدھی راہ دکھانے کے لیے بہت سے نبی اور رسول بھیجے۔ ان سب نبیوں اور رسولوں نے انسانوں تک اللہ کا پیغام پہنچایا اور انہیں بتایا کہ خالق صرف اللہ ہی ہے اور وہی عبادت کے لائق ہے...... مگر ہوتا یہ رہا کہ کچھ عرصہ گزر جانے کے بعد لوگ پھر گمراہیوں میں گھر جاتے اور شیطان کے بہکاوے میں آکر برائیوں میں مبتلا ہو جاتے۔

پھر ایسا بھی وقت آیا کہ جب پوری دنیا کے لوگ اللہ سے منہ موڑ چکے تھے۔ پہلے آنے والے نبیوں اور رسولوں کی تعلیم کو انہوں نے یکسر بھلا دیا تھا۔ خاص طور پر عرب کے لوگ بت پرستی اور ایسی ہی بہت سی گمراہیوں میں مبتلا ہو چکے تھے۔ وہ اپنے ہاتھوں سے بت بناتے اور پھر خود ہی ان کے آگے ہاتھ پھیلاتے اور ان کی پوجا کرتے تھے۔

گمراہی کی اس اندھیری رات میں ایک ایسے آفتابِ ہدایت کی ضرورت تھی جو طلوع ہو کر گناہوں اور گمراہیوں کے اندھیرے دور کرتا اور توحید و رسالت کے نور سے رشد و ہدایت کی روشنی پھیلا دیتا۔

رحمت کی گھٹا

چنانچہ یہی وہ وقت تھا جب اللہ کی رحمت جوش میں آئی اور اس نے گمراہیوں میں گھرے ہوئے انسانوں کی رہنمائی کے لیے ہادیٔ برحق حضرت محمد ﷺ کو اپنا آخری نبی اور رسول بنا کر بھیجا۔ پیارے نبی ﷺ ایک ایسے آفتابِ ہدایت بن کر آئے کہ جس نے تمام گمراہیوں اور جہالتوں کے اندھیرے دور کیے اور انسانیت کو اللہ کی سچی پہچان عطا کر کے کامرانیوں سے مالا مال کیا۔

آمدِ رحمت: سبحان اللہ! دنیا کس کی آمد کی خبروں سے گونج رہی ہے؟ عظیم المرتبت ہستیاں دنیا میں خاموشی سے نہیں آتیں' ان کے شایانِ شان استقبال کی برسوں' مہینوں سے تیاریاں ہوتی ہیں۔ سورج جب طلوع ہوتا ہے تو اس کی آمد سے پہلے پرندوں' چرندوں' انسانوں میں ایک

ایک رونق ایک چہل پہل ہو جاتی ہے۔ دیکھئے! دنیا میں جہالت اور گمراہی کے اندھیرے دور کرنے کو آفتاب نبوت طلوع ہونے والا ہے۔ چاروں طرف بشارتوں کے غلغلے ہیں۔ مظلوم آس لگائے بیٹھے ہیں کہ کوئی مظلوموں کا مددگار آیا چاہتا ہے۔ ایک عرصہ پہلے شام کے علاقے سے ایک خاندان اس عالمگیر رحمت کی تلاش میں پھرتے پھراتے مدینہ منورہ جا بسا ہے کہ ان کو معلوم ہوا تھا کہ وہ رحمت یہاں آکر برسے گی۔ اسی قوم سے مدینہ آباد ہوا۔ ورقہ بن نوفل جیسے آسمانی کتابوں کے عالم پیشین گوئیوں کے باب کھول رہے ہیں.....

جس سہانی گھڑی چمکا طیبہ کا چاند

آخر کار مشیت کے مطابق جس آفتاب ہدایت کا انتظار تھا وہ 12 ربیع الاول یعنی موسم بہار میں 'اصحاب فیل کے واقعہ کے پچپن روز بعد بمطابق 19 اپریل 571ء مکہ معظمہ میں پیر کے دن صبح صادق کے بعد طلوع ہوا۔ یہ ہمارے پیارے نبی حضرت محمد ﷺ کی دنیا میں تشریف آوری ہے۔ آپؐ کی پیدائش سے تقریباً دو ماہ پیشتر ہی آپؐ کے والد محترم حضرت عبداللہ' 18 سال کی عمر میں انتقال فرما چکے تھے۔

بوڑھے دادا' سردار مکہ حضرت عبدالمطلب کی آنکھوں کی روشنی لوٹ آئی۔ خوشی سے جھوم اٹھے۔ خانہ کعبہ میں عبادت گزار تھے کہ صبح کے جھٹپٹے میں کسی نے پکارا: سردار مکہ! آپ کو مبارک ہو' آپ کے مرحوم بیٹے عبداللہ کے ہاں بیٹا پیدا ہوا ہے۔ یہ خوشخبری بوڑھے دادا کے لیے نئی زندگی لے کر آئی۔ اللہ کا شکر ادا کیا اور لاٹھی ٹیکتے خوشی خوشی گھر تشریف لائے۔ عبداللہ کا چاند' آمنہ کا لالؐ دمک رہا تھا۔ دادا عبدالمطلب نے بڑھ کر بانہوں میں لے لیا۔ بچے کی پیشانی چومی اور سینے کے ساتھ لگا لیا۔ آپ یتیم پوتے کو گود میں لیے خوشی خوشی خانہ کعبہ میں لائے اور اللہ کا شکر ادا کرنے لگے۔

صبح کا نور پھیلا اور دن چڑھا تو شہر بھر میں سردار مکہ کے "درِ یتیم" کی آمد آمد کی خوشخبری پھیل چکی تھی۔ معزز قبیلے قریش کے معزز ترین خاندان "بنو ہاشم" کے ہاں آمنہؓ کی گود میں وہ "چاند" چمک دمک رہا تھا جس کی نورانی کرنیں قیامت تک کے لیے توحید و رسالت کا نور پھیلانے والی تھیں۔ پیدائش کے ساتویں روز دادا عبدالمطلب نے عقیقے کی رسم ادا کی اور قریش مکہ کو دعوت پر بلایا۔ دادا کی گود میں ہمکتے' مسکراتے ننھے پوتے کو جو بھی دیکھتا' خوشی سے جھوم اٹھتا۔ بچے کا نام دریافت کیا گیا تو دادا نے خوش ہو کر کہا: "محمدؐ" سب لوگوں کے لیے یہ نام نیا بھی تھا اور عجیب بھی۔ انہوں نے حیرانی کا اظہار کیا تو سردار مکہ نے وضاحتاً جواب دیا: میرے پوتے کا نام "محمدؐ" اس لیے ہے کہ مجھے یقین ہے کہ ہمیشہ اس کی تعریف کی جائے گی اور یہی میری آرزو بھی ہے۔

ننھے بچو! "محمدؐ" کا مطلب ہے: وہ ہستی جس کی ہر جگہ اور ہر وقت تعریف کی جائے۔ آنحضور ﷺ کا نام مبارک کس قدر سچا اور مبارک ہے۔ صدیوں سے کوئی گھڑی' کوئی ساعت ایسی نہیں گزری کہ جب آنحضورؐ کی خوبیوں اور اعلیٰ و پاکیزہ صفات کا ذکر نہ کیا گیا ہو اور آپؐ کے نام پاک کے ساتھ درود و سلام نہ پڑھا گیا ہو۔ ہماری دعاؤں میں' ہماری نمازوں میں' ہماری اذانوں میں..... بلکہ ہماری ہر ہر سانس میں پیارے نبی ﷺ کے ذکرِ مبارک اور درود و سلام کی خوشبو رچی بسی ہوئی ہے۔ آپؐ کی ذات اقدس پر تو خود خالق کائنات اور اس کے فرشتوں کی طرف سے ہر وقت صلوٰۃ و سلام بھیجا جاتا ہے۔ آنحضور ﷺ کی رسالت اور فضیلت و مرتبت کا ڈنکا ہمیشہ بجتا رہے گا اور انسانیت ہر قدم پر دربار رسالتؐ سے رہنمائی حاصل کرتی رہے گی۔

ننھے ساتھیو! آؤ دنیا کے اس سب سے بڑے انسان' عظیم المرتبت رسول اول و آخر' پیغمبر اعظم اور نبی آخر الزماں حضرت محمد ﷺ کے ذکر و فکر سے اپنے قلب اور ذہن کو منور کریں۔ آپؐ کا ذکر' آپؐ کی تعلیمات اور آپؐ کی مبارک زندگی بلاشبہ ہم سب کے لیے رشد و

ہدایت کا سامان ہے۔

مسلمان اپنے پیغمبرؐ سے کبھی جدا نہیں ہوتا

اللہ نے پیارے نبی ﷺ کی زندگی کو بہترین نمونہ قرار دیا ہے۔ آپؐ کی باتیں، آپؐ کے معمولات، آپؐ کی عادتیں، اٹھنا بیٹھنا، سونا جاگنا غرض حیاتِ مبارکہ کا لمحہ لمحہ ہمارا رہنما اور قابلِ فخر سرمایہ ہے۔ آپؐ کی محبت اور اطاعت ہی ہمارا ایمان ہے۔ لہٰذا کوشش کرنی چاہیے کہ بحیثیت مسلمان ہم سب آپؐ کی تعلیمات کے مطابق عمل کریں اور آپؐ کی سیرت ہر وقت ہمارے سامنے رہے۔ یہی ہماری ترقی، خوشحالی اور کامیابی کی ضمانت ہے۔

صابر رسولؐ: پیدائش سے پہلے ہی والد کا سایہ اٹھ جانا، بچپن ہی میں والدہ کا وصال، مہربان دادا عبدالمطلب کی موت، شفیق چچا ابو طالب کی مفارقت اور پھر وفاشعار بیوی حضرت خدیجہؓ کی وفات، یہ سب صدمے ایک طرف اور کفارِ مکہ کی اندھی مخالفت، ایذا رسانی اور جان تک لینے کے ہتھکنڈے دوسری طرف مگر قربان جائیں اپنے پیارے نبیؐ کے صبر اور استقامت پر کہ اُف تک نہیں کی۔ طائف میں ظالموں نے پتھر مار مار کر لہولہان کر دیا مگر آپؐ بددعا کی بجائے ان کے لیے دعا ہی کرتے رہے۔ کیا دنیا میں اب تک کوئی ایسا صابر، اولو العزم، پیکرِ صدق و اخلاق اور صاحبِ عفو و کرم گزرا ہے؟

سب سے بڑے جرنیل: ایک کامیاب جرنیل اور سپہ سالار کے لیے قائدانہ صلاحیتوں کا ہونا ناگزیر ہے۔ اس روشنی میں سیرتِ پاک کا مطالعہ کریں تو ہمیں پیارے نبیؐ ہی سب سے کامیاب اور بڑے سپہ سالار نظر آتے ہیں جنھوں نے نہایت قلیل فوج اور سازو سامان کے ساتھ جنگجو، ظالم اور ہر طرح کے اسلحے سے لیس دشمن کا مقابلہ کیا اور نہ صرف کامیابی سے سرفراز ہوئے بلکہ کم سے کم جانی نقصان پر ظلم و جور کا قلع قمع کر کے ایک پُرامن، محفوظ اور مہذب معاشرے کی تشکیل کی۔

یتیموں کے والیؐ، غریبوں کے مولاؐ: حضور ﷺ نہایت ہمدرد اور رحم دل شخصیت کے مالک تھے۔ آپؐ ہر کسی سے ہمدردی کرتے اور آگے بڑھ کر غریبوں مسکینوں اور لاچار لوگوں کی امداد فرماتے تھے۔

رحم اور درگزر کرنے والے نبیؐ: قرآن پاک میں خداوند کریم کا ارشاد ہے کہ: ہم نے آپؐ کو سارے جہانوں کے لیے رحمت بنا کر بھیجا ہے۔ اس "رحمۃ للعالمین" کی شفقت، رحمت اور درگزر کا اندازہ لگائیں کہ فتح مکہ کے موقع پر آپؐ نے اپنے خون کے پیاسے دشمنوں کو بھی فراخدلی سے معاف کر دیا تھا۔ طائف میں لوگوں کے ظلم و ستم کے جواب میں ان کے لیے ہمیشہ دعا ہی کرتے رہے۔

سب سے زیادہ مہربان: پیارے نبی ﷺ نہ صرف دوست دشمن اور ہر پیرو جواں پر کمال درجہ مہربان تھے بلکہ چرند پرند اور دوسرے حیوانات کے لیے بھی بڑے نرم دل تھے۔ کسی کی ذرا سی تکلیف بھی ان سے دیکھی نہیں جاتی تھی۔ ہر کسی سے نہایت مہربانی اور محبت سے ملنا اور اس کا دکھ درد بانٹنا آپؐ کا خاصہ تھا۔

"صاحبِ خلقِ عظیم" ہستی: قرآن پاک میں اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ: یقیناً آپؐ بڑے خلق (اعلیٰ صفات اور عادات) کے مالک ہیں۔ خود بھی ایک موقع پر آپؐ نے فرمایا کہ: میں اخلاق کی تکمیل کرنے کے لیے ہی بھیجا گیا ہوں۔ صفات و عادات میں تاریخِ انسانی آپؐ کی مثال پیش کرنے سے قاصر ہے۔ حق و صداقت، امانت و دیانت، رواداری، شرم و حیا، ادب و انکساری، سخاوت، عدل و انصاف، مساوات، زہد و عبادت، ثابت قدمی، رحمت و شفقت، حسنِ سلوک، حسنِ معاشرت..... گویا ہر خوبی آپؐ کی ذاتِ گرامی میں بدرجہ کمال نظر آتی ہے۔

جمالِ صورت: پیارے نبی ﷺ شکل و صورت اور اخلاق و صفات میں بے مثال تھے۔ آپؐ کا قد درمیانہ تھا۔ جسم اکہرا تھا لیکن شانے چوڑے اور سینہ مبارک کشادہ تھا۔ بال سیاہ تھے اور قدرے گھنگھریالے جو کثیر مقدار میں شانوں تک لٹکتے رہتے تھے۔ چہرہ بیضوی اور رنگ سرخ و سفید گندمی تھا۔ بھویں باریک اور لمبی تھیں۔ دانت نہایت سفید اور چمکیلے

تھے۔ داڑھی گھنی اور گولائی لیے ہوئے تھی جو آپؐ کے چہرہ مبارک پر نہایت بھلی معلوم ہوتی تھی۔ جلد شفاف و ملائم اور ہاتھ ریشم کی طرح چکنے اور نرم تھے۔ جب آپؐ چلتے تو ہر قدم جما کر رکھتے' یہ معلوم ہوتا کہ آپؐ بلندی سے نشیب کی طرف آرہے ہیں۔ آپؐ کی رفتار اور وضع قطع سے متانت اور وقار نمایاں ہوتا اور چہرے سے نرم روی' شفقت اور سنجیدگی ٹپکتی۔ آپؐ کی ہنسی تبسم کی حد سے نہ بڑھتی تھی۔ آپؐ کے دونوں شانوں کے درمیان مہر نبوت تھی۔ آپؐ سب سے زیادہ دریا دل' سب سے زیادہ راست گو' سب سے زیادہ نرم طبیعت والے اور سب سے زیادہ خاندانی شرافت والے تھے۔ آپ کو جو بھی اچانک دیکھتا' مرعوب ہو جاتا۔ جو کوئی میل جول رکھتا وہ آپ کا گرویدہ ہو جاتا۔ آپ کا سراپا بیان کرنے والا یقیناً یہ کہہ سکتا ہے کہ: میں نے آنحضورﷺ جیسا جمال و کمال اور خوبیوں کا پیکر نہ حضورؐ سے پہلے دیکھا اور نہ بعد میں۔ آپؐ کے رخسار مبارک بھرے ہوئے تھے۔ کلائیاں دراز اور ہتھیلیاں فراخ تھیں۔ آنکھیں خوب سیاہ تھیں اور پلکیں دراز' آنکھوں کی سفیدی میں سرخ ڈورے پڑے ہوئے تھے۔ جب کبھی شانہ مبارک سے چادر ہٹاتے تو یوں معلوم ہوتا کہ چاندی کی ڈلیاں ہیں۔ جب مسکراتے تو دندان مبارک موتیوں کی لڑی نظر آتے۔

تیراکی کا شوق: آنحضورﷺ کبھی تیرنے کا بھی شوق فرماتے تھے۔ ایک مرتبہ ایک تالاب میں آپؐ اور چند اصحابؓ تیرے۔ آپؐ نے مقابلے کے لیے ہر ایک کے ساتھ ایک ساتھی مقرر فرمادیا کہ ہر ایک اپنے ساتھی کی طرف تیر کر جائے۔ چنانچہ آپؐ کے ساتھی حضرت ابوبکر صدیقؓ قرار پائے۔ آپؐ نے تیرتے ہوئے انہیں جالیا اور ان کی گردن پکڑلی۔

آنحضورؐ کا لباس: تمام لباسوں میں آنحضورﷺ کرتہ زیادہ پسند فرماتے تھے۔ آپؐ کے کرتے کا گریبان سینہ پر ہوتا تھا۔ کبھی آپؐ اپنے کرتے کا گریبان کھول لیا کرتے اور اسی حالت میں نماز پڑھ لیتے۔ آپؐ نے پائجامہ کبھی نہیں پہنا بلکہ ہمیشہ تہبند باندھا ہے۔ البتہ پائجامہ پہننے کے لیے خریدا ہے اور اپنے دوستوں کو پہنتے دیکھا ہے۔ آپؐ نے اپنے پہننے کے کپڑوں میں سے مثلاً کرتے' تہبند' چادر یا جوتا وغیرہ ان میں سے کسی کا فالتو جوڑا بنا کر نہیں رکھا۔ آنحضورؐ سر پر عمامہ باندھتے تھے۔ عمامہ کے نیچے ٹوپی ضرور اوڑھا کرتے تھے۔ آپؐ کا عمامہ تقریباً سات گز کا ہوتا تھا۔ آپؐ سفید' سلی ہوئی ٹوپی پہنا کرتے تھے۔

انگوٹھی: آپؐ کی انگوٹھی چاندی کی تھی۔ انگوٹھی کا نگینہ آپؐ نے کبھی چاندی کا رکھا اور کبھی حبشی پتھر کا۔ آپؐ کی انگوٹھی پر تین سطروں میں "محمد رسول اللہ" کھدا ہوا تھا جو مہر کے طور پر استعمال ہوتی تھی۔

جوتا: پیارے نبیﷺ چپل نما یا کھڑاؤں نما جوتا پہنا کرتے تھے۔ جوتا کبھی کھڑے ہو کر پہنتے اور کبھی بیٹھ کر۔ آپؐ اپنے جوتے میں دو تسمے رکھتے' ایک تسمہ انگوٹھے اور اس کے برابر والی انگلی میں رہتا اور دوسرا چھنگلیا اور اس کے برابر والی انگلی میں۔

سرمہ لگانا: جب آپؐ آنکھوں میں سرمہ لگاتے تو ہر آنکھ میں دو دو سلائیاں ڈالتے اور ایک سلائی دونوں آنکھوں میں لگاتے۔ آپؐ فرمایا کرتے تھے کہ اثمد (سرمے کی ایک قسم) سرمہ لگایا کرو۔ یہ آنکھوں کو روشنی بخشتا ہے اور پلکیں زیادہ اگاتا ہے۔

پسینہ اور اس کی خوشبو: آپؐ کو کثرت سے پسینہ آتا تھا۔ چہرہ مبارک پر پسینہ آتا تو موتیوں کی طرح محسوس ہوتا اور اس کی خوشبو مشک سے بھی زیادہ بھینی ہوتی۔ جب آپؐ پر وحی نازل ہوتی تو پیشانی عرق آلود ہو جاتی اور ایسا محسوس ہوتا گویا موتیوں کی لڑی ہے۔ آپؐ کی ہتھیلی حریر یعنی ریشم سے بھی زیادہ نرم تھی اور ہر وقت خوشبو سے مہکتی رہتی تھی۔ جب آپؐ سے کوئی شخص ہاتھ ملاتا تو اس کا ہاتھ تمام دن خوشبو سے مہکتا رہتا۔ آپؐ کسی بچے کے سر پر ہاتھ رکھ دیتے تو اس کے سر میں سے اتنی خوشبو آتی کہ وہ بہت سے بچوں میں بھی خوشبو کی وجہ سے پہچانا جاتا۔ ایک صحابی' حضرت جابر بن سمرہؓ کہتے ہیں: آنحضورﷺ جب کہیں تشریف لے جاتے تو جسم مبارک کی خوشبو راستے میں پھیل جاتی اور ہم سمجھ لیتے کہ حضورؐ اس راہ سے گزرے ہیں۔

گفتگو اور خاموشی: پیارے نبیﷺ آہستہ آہستہ' ٹھہر ٹھہر کر بات کرتے تھے۔ آپؐ کی گفتگو میں اتنا ٹھہراؤ اور وضاحت ہوتی کہ جو بھی سنتا اُسے آپؐ کی بات یاد ہو جاتی۔ آپؐ عام طور پر ضروری بات کو تین بار دہرا دیا کرتے تھے تاکہ سمجھنے میں آسانی ہو۔ آپؐ کی عادت مبارکہ یہ تھی کہ زیادہ تر خاموش رہتے اور کبھی بغیر ضرورت کے بات نہیں کرتے تھے۔

بستر وغیرہ: آنحضورﷺ کا بستر چمڑے کا تھا جس میں کھجور کے درخت کی چھال بھری ہوتی تھی۔ اس کی لمبائی دو گز کے قریب تھی اور

چوڑائی ایک گز سے کچھ زیادہ۔ آپؐ دنیاوی ساز و سامان سے بالکل الگ رہتے' باوجود یہ کہ اللہ نے دنیا کے تمام خزانوں کی چابیاں آپ کو عنایت فرمادی تھیں مگر آپؐ نے کبھی دنیا کی خواہش نہیں کی۔

کھانا' پینا اور سونا: آنحضور ﷺ کا کھانا اکثر و بیشتر کھجور اور پانی ہوتا۔ حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں: ہم آلِ محمدؐ ہیں' اور ہمارا حال یہ ہے کہ ایک ایک مہینہ گزر جاتا ہے اور ہمارے گھر میں چولہا نہیں جلتا یعنی روٹی پکانے کی نوبت نہیں آتی' کھجور اور پانی پر گزر ہوتا رہتا ہے۔ آپؐ کی عادت مبارکہ یہ تھی کہ پہلے وہ کھانا کھاتے جو آپؐ کے قریب ہوتا۔ جب کبھی گوشت اور روٹی کھاتے تو فارغ ہو کر خوب اچھی طرح ہاتھ دھوتے' پھر جو پانی بچتا اس سے منہ دھو لیتے۔ آپؐ ٹیک لگا کر کھانا سخت ناپسند فرماتے تھے۔ آپؐ کی عادت یہ تھی کہ تنہا کھانا تناول نہیں فرماتے تھے۔ آپ کو سب سے زیادہ دسترخوان وہ پسند تھا جس پر بہت سے لوگ مل بیٹھ کر ایک ساتھ کھانا کھائیں۔ پینے کی تمام چیزوں میں آپؐ کو میٹھی اور ٹھنڈی چیز زیادہ مرغوب تھی۔ آپؐ اکثر شہد کو ٹھنڈے پانی میں ملا کر نوش فرمایا کرتے تھے۔

پیارے نبی ﷺ عشاء کی نماز پڑھ کر اول شب سو جاتے تھے اور جب آدھی رات باقی ہوتی تو بیدار ہو جاتے' اٹھ کر مسواک کرتے' وضو بناتے اور عبادت میں مشغول ہو جاتے۔ آپؐ بقدرِ ضرورت سوتے اور آرام فرماتے اور ہمت سے زیادہ جاگتے بھی نہیں تھے۔ دائیں پہلو لیٹ کر سوتے اور جب تک آنکھ نہ لگ جاتی اللہ کا ذکر کرتے رہتے' کبھی اتنا کھانا تناول نہ فرماتے کہ سستی کا غلبہ ہو جائے۔

امن و سلامتی کے پیامبر: پیارے بچو! آنحضور ﷺ کی ذات بابرکات بنی نوعِ انسان ہی نہیں بلکہ تمام مخلوق اور کائنات کے لیے امن و سلامتی کا ذریعہ ہے۔ آپؐ پر نازل ہونے والی کتابِ ہدایت (قرآن پاک) اور آپ کا لایا ہوا دین اسلام رہتی دنیا تک رشد و ہدایت اور امن و سلامتی کی ضمانت ہے۔ جیسا کہ آپ کو معلوم ہے کہ مخالفین نے قدم قدم پر پیارے نبیؐ اور آپؐ کے ساتھیوں کی نہ صرف مخالفت کی بلکہ وہ بدو جنگیں بھی لڑیں مگر تاریخ ہمیں بتاتی ہے کہ مسلمانوں کی جماعت نے کبھی بھی از خود جنگ کرنے میں پہل نہیں کی۔ جتنی بھی جنگیں لڑی گئیں سب کی سب دفاعی نوعیت کی تھیں اور ان میں بھی آنحضورؐ کی صلح کن تعلیمات کی روشنی میں نہایت محتاط رویہ اپنایا گیا۔ تمام غزوات' غزوہ بدر' احد' خندق وغیرہ میں کفار مکہ حملہ آور کی حیثیت سے تھے۔ غزوہ خیبر اور فتح مکہ دشمنوں کی سازشوں اور عہد شکنی کا نتیجہ تھیں۔ آپؐ کی حیات مبارکہ میں لڑی گئی لڑائیوں کی پوزیشن یہ ہے کہ: غزوہ بدر میں 70' احد میں 22' فتح مکہ میں 28' حنین میں ستر سے کچھ زیادہ اور غزوہ موتہ میں بھی گنتی کے دشمنانِ اسلام قتل ہوئے اور مسلمان ہر میدان میں فتح یاب ہوئے۔ آنحضورؐ کی مبارک زندگی میں لڑی گئی چھوٹی بڑی تمام لڑائیوں (81 غزوات و سرایا) میں شہید اور ہلاک ہونے والوں کی مجموعی تعداد صرف ایک ہزار 18 ہے۔ جس کی تفصیل یہ ہے: مسلمان شہداء= 259' مقتول دشمنانِ اسلام: 759 کل تعداد: 1018 گویا اس حساب سے اوسطاً فی جنگ: صرف بارہ تیرہ افراد بنتے ہیں۔ اسلام اور پیغمبرِ اسلام کی امن و صلح پسندی کا اس سے بڑا ثبوت اور کیا ہو سکتا ہے! اس کے برعکس آج کی بظاہر مہذب کہلانے والی دنیا کی حالت دیکھیے کہ جنگِ عظیم اول اور دوم میں لاکھوں انسانوں کا خون بہایا گیا' ہزاروں شہروں اور بستیوں کو ویران کیا گیا۔ بمباری کر کے بچوں عورتوں بوڑھوں کو تباہی کے گڑھے میں دھکیل دیا گیا۔ ہیروشیما پر 6 اگست 1945ء کو ایٹم بم گرا کر اٹھارہ ہزار ایکڑ رقبے میں پھیلا ہوا پُررونق شہر آن کی آن میں راکھ کا ڈھیر بنا دیا گیا جس میں ستر ہزار لوگ ہلاک ہوئے' بے شمار مجروح اور 38 ہزار کے قریب لاپتا ہوئے۔ یہ صرف ایک مثال ہے۔ آج کے حالات بھی آپ کے سامنے ہیں۔

پوری تاریخ میں آنحضور ﷺ سے زیادہ امن و سلامتی کا ضامن' اتفاق و یگانگت کا داعی' اور مساواتِ انسانی کا علمبردار یقیناً کوئی اور نہیں گزرا۔ آپ کی سیرتِ پاک اور آپ کی روشن تعلیمات ہی امنِ عالم اور باہمی اخوت و اتحاد کی ضامن ہیں۔

جب تک دنیا باقی ہے!

باہمی جھگڑوں' لڑائی فساد اور تباہی و ہلاکت کے اس دور میں امن و سلامتی اور اطمینان و شادمانی کی سچی اور یقینی ضمانت اگر ہے تو صرف اور صرف سیرتِ نبویؐ اور قرآنی تعلیمات کی صورت میں! جب تک دنیا باقی ہے انسانیت پیغمبر اسلام حضرت محمد ﷺ کے نقوشِ قدم تلاش کرتی اور ان کے حضور عقیدت کے پھول نچھاور کرتی رہے گی۔ آیئے ہم بھی اپنی زندگیوں کو آنحضورؐ کی حیات مبارکہ اور اخلاق حسنہ کی روشنی میں استوار کریں کہ...... یہی فلاح کا راستہ ہے!

☆☆☆

بچوں سے پیار کرنے والے رسولؐ

ایم یوسف خان

ذرا تصور میں لایئے' آج سے ڈیڑھ صدی پہلے کا زمانہ ہے' ملک عرب میں شہر مکہ سے چند میل کے فاصلے پر ایک بادیہ نشین عرب کھلے ریتلے میدان میں گڑھا کھود رہا ہے۔ سخت دھوپ اور بلا کی لو چل رہی ہے۔ اس کے پاس ہی کچھ فاصلے پر ایک چھوٹی سی معصوم بچی کھڑی ہے۔ گڑھا کھودنے والا اس بچی کا باپ ہے۔ کچھ گہرائی تک گڑھا کھودنے کے بعد اس نے چپکے سے بچی کو ہاتھوں پر اٹھایا اور گڑھے میں لٹا دیا۔ کیا معصوم بچی بھلا سوچ سکتی تھی کہ اس کے ساتھ اس کا باپ کیا سلوک کرنے والا ہے؟ بچی نے باپ کی طرف دیکھا اور اپنے ننھے منے ہاتھوں سے اس کے چہرے پر سے مٹی جھاڑنے لگی۔ مگر باپ نے آؤ دیکھا نہ تاؤ' گڑھے پر مٹی ڈالنی شروع کر دی۔ حیران و پریشان بچی تڑپی' تلملائی' ابا' ابا پکارتی رہی مگر ظالم باپ نے دیکھتے ہی دیکھتے اس ننھی سی جان کو منوں مٹی تلے زندہ درگور کر دیا۔

آپ حیران نہ ہوں' اس زمانے میں یہ اندوہناک واقعہ کوئی نیا نہیں تھا۔ وہ لوگ بچیوں کو اپنی عزت و ناموس پر ایک دھبہ تصور کرتے تھے اور چھوٹی عمر میں یا پیدا ہوتے ہی زندہ درگور کر دیتے تھے۔ اس بات سے آپ اس زمانے کے انسانی معاشرے کے ظلم و جبر اور جہالت کا اندازہ بخوبی لگا سکتے ہیں۔ جو لوگ اپنی ہی اولاد کے لیے اتنے ظالم ثابت ہوں' ان کی گمراہی اور درندگی سے بھلا کون غریب محفوظ ہوگا۔ معصوم جانوں کا یہ قاتل معاشرہ پوری طرح گناہوں کی دلدل میں گر چکا تھا۔ انسانیت بلک رہی تھی اور عرب کا تپتا جلتا ریگزار رحمت کی کسی ایسی گھٹا کا منتظر تھا کہ جو بنجر و ویران سرزمین کو سیراب و شاداب کر دیتی...... ایسے میں اللہ کی رحمت جوش میں آئی اور اس نے پیارے نبی حضرت محمد ﷺ کو "رحمۃ للعالمین" یعنی تمام جہانوں اور تمام مخلوق کے لیے رحمت بنا کر بھیجا۔ آپؐ کی تعلیمات اور سیرت پاک کا مطالعہ کریں تو آپ کو بخوبی معلوم ہوگا کہ عورتوں' مردوں' بوڑھوں' جوانوں اور بچوں کے علاوہ نوکروں خادموں' بلکہ چرند پرند اور دوسرے جانوروں تک کے لیے آپ حضور ﷺ سراپا رحمت ہیں۔ یہاں ہم خاص طور پر بچوں کے حوالے سے بات کریں گے۔

آنحضور ﷺ کو بچوں سے بے حد پیار تھا۔ آپؐ بچوں کے پاس سے گزرتے تو پہلے خود انہیں "السلام علیکم" کہتے۔ وہ بھی جواب میں وعلیکم السلام کہتے اور پیار سے آپؐ کے دامن کے ساتھ لپٹ جاتے۔ آپؐ انہیں گود میں اٹھا لیتے اور پیار کرتے۔ بچوں کو آپؐ کبھی کاندھے پر بٹھا لیتے اور کبھی سینے پر لٹاتے اور ان سے میٹھی میٹھی باتیں کر کے ان کا دل لبھاتے۔ پیارے نبیؐ کی پشت پر مہر نبوت تھی۔ بچے آپؐ سے لپٹ جاتے اور اس مبارک نشان سے کھیلتے رہتے۔

کبھی یوں بھی ہوتا کہ آنحضور ﷺ بچوں کو قطار میں کھڑا کر دیتے اور خود دور ہٹ کر انہیں کہتے کہ دوڑ کر ہمارے پاس آؤ! بچے بھاگتے ہوئے آتے اور آپؐ سے لپٹ جاتے۔ ایک دفعہ ایک صحابیؓ نے دیکھا کہ پیارے نبیؐ فرش پر ہاتھ اور گھٹنوں کے بل چل رہے ہیں اور آپؐ کی پشت پر آپؐ کے پیارے نواسے حضرت حسنؓ اور حضرت حسینؓ سوار ہیں گویا اس طرح آپؐ ان بچوں کا دل بہلا رہے تھے۔

پیارے نبی ﷺ جب سفر سے واپس آتے تو سب سے پہلے

بچوں سے ملتے اور انہیں پیار کرتے۔ اگر آپؐ کسی سواری پر ہوتے تو اپنے آگے پیچھے بچوں کو بٹھا لیتے۔ ایک دفعہ آنحضور ﷺ مسجد میں نماز پڑھا رہے تھے۔ اس وقت آپؐ کے ننھے نواسے حضرت حسینؓ بھی قریب ہی کھیل رہے تھے۔ حضورؐ سجدے میں گئے تو وہ آپؐ کی پشت پر سوار ہو گئے۔ آپؐ نے سجدہ لمبا کر دیا۔ ننھے حسینؓ آرام سے نیچے اتر گئے تو پھر آپؐ نے سجدے سے سر اٹھایا۔

ایک دفعہ رسول اللہ ﷺ نے حضرت حسنؓ اور حضرت حسینؓ کو اپنے کندھوں پر اٹھایا ہوا تھا۔ کسی نے عرض کیا کہ: "واہ وا! کیسی اچھی سواری ہے!" یہ سن کر آپؐ نے مسکرا کر جواب دیا: "دیکھو! سوار بھی تو بہت اچھے ہیں نا!"

اسامہؓ آنحضور ﷺ کے آزاد کردہ غلام حضرت زیدؓ کے بیٹے تھے اور آپؐ ہی کے ہاں رہتے تھے۔ حضورؐ کو ان سے بہت پیار تھا۔ آپؐ خود اسامہؓ کا ناک منہ صاف کرتے اور منہ ہاتھ دھلا کر کپڑے پہناتے تھے۔

ایک دفعہ یوں ہوا کہ پیارے نبی ﷺ ایک دودھ پیتے بچے کو گود میں اٹھائے ہوئے تھے کہ اس نے پیشاب کر دیا۔ آپؐ نے بالکل کچھ نہیں کہا بلکہ پانی بہا کر کپڑے صاف کر لیے۔ آنحضورؐ کی خدمت میں پھل یا کوئی میٹھی چیز پیش کی جاتی تو آپؐ سب سے پہلے چھوٹے بچوں میں تقسیم فرماتے۔ آپؐ بچوں کی تعلیم و تربیت کا خاص خیال رکھتے تھے۔ آپؐ انہیں دین کی باتیں بتاتے اور انہیں اذان دینا اور نماز پڑھنا بھی سکھاتے رہتے تھے تاکہ ان کے دلوں میں اسلامی تعلیمات پر چلنے اور دین سیکھنے کا شوق پیدا ہو اور وہ بڑے ہو کر اچھے مسلمان بنیں۔

اگر کسی بچے سے کوئی غلطی ہو جاتی تو آپؐ نہ تو اسے ڈانٹتے تھے اور نہ ہی ناراض ہوتے تھے بلکہ نہایت پیار سے سمجھا دیا کرتے تھے۔

ایک مرتبہ عید کے روز ہمارے پیارے نبی ﷺ کو راستے میں ایک ایسا بچہ نظر آیا جو اپنے دوسرے ساتھیوں کی طرح ہنسی خوشی کھیلنے کی بجائے الگ تھلگ افسردہ بیٹھا ہوا تھا۔ آپؐ کو بڑا ترس آیا۔ آپؐ نے آگے بڑھ کر اُسے پیار کیا اور پوچھا کہ: "بیٹے کیا بات ہے؟ تم غمگین کیوں ہو؟" اس بچے نے جواب دیا: "یا رسولؐ اللہ! میں یتیم ہوں۔ کوئی نہیں جو میرا خیال رکھے!"

اس ننھے سے بچے کی یہ بات سنی تو آپؐ آبدیدہ ہو گئے، بڑھ کر اُسے سینے سے لگایا اور فرمایا: "بیٹے! کیا تمہیں یہ پسند نہیں کہ محمدؐ تیرا باپ ہو، عائشہؓ تمہاری ماں ہو اور فاطمہؓ تمہاری بہن ہو!"...... یہ سن کر وہ بچہ خوشی سے جھوم اٹھا۔ آپؐ اس بچے کو گھر لے آئے۔ نہلایا دھلایا، اچھے اچھے کپڑے پہنائے اور کھانا کھلایا۔ یوں وہ بچہ آنحضور ﷺ کے سایہ شفقت میں پرورش پانے لگا۔

آپ حضورؐ بچیوں سے بھی بے حد پیار کرتے تھے۔ جب آپؐ ہجرت کر کے مکہ سے مدینہ پہنچے تو بہت سے بچے جن میں ننھی منی بچیاں بھی شامل تھیں آپؐ کی زیارت اور استقبال کے لیے امڈے چلے آئے۔ بچیاں آپؐ کی تشریف آوری پر خوشی میں استقبالیہ گیت گا رہی تھیں۔ پیارے نبی ﷺ نے ان بچیوں سے پوچھا: "تم مجھ سے پیار کرتی ہو؟" انہوں نے خوش ہو کر کہا: "جی یا رسول اللہ! ہمیں آپؐ سے بہت پیار ہے!" یہ سن کر آپؐ مسکرائے اور فرمانے لگے: میں بھی تم سے پیار کرتا ہوں!۔ آپؐ بچوں کا اتنا خیال رکھتے تھے کہ ایک دفعہ آپؐ نے حضرت انسؓ سے فرمایا: "میں نماز شروع کرتا ہوں اور ارادہ ہوتا ہے کہ دیر سے ختم کروں مگر پیچھے جب کسی بچے کے رونے کی آواز کان میں پڑتی ہے تو نماز مختصر کر دیتا ہوں۔"

پیارے بچو! دیکھا آپ نے! ہمارے پیارے نبی ﷺ بچوں سے کس قدر پیار کرنے والے تھے۔ سیرت و کردار کی عظمت اور حق و صداقت کے بل بوتے پر اپنی نرم روی اور رحمت و محبت کے باوصف آپؐ نے ظالم و جاہل معاشرے میں باہمی اخوت کا ایسا بیج بویا کہ ہر وقت لڑنے مارنے پر تیار رہنے والے عرب اخلاق و معاشرت کے اعلیٰ مقام پر سرفراز ہوئے۔ ہمیں بھی دنیا جہاں سے بڑھ کر آپؐ سے محبت اور عقیدت ہونی چاہیے۔ جو آپؐ سے محبت رکھتا ہے اللہ بھی اسے اپنا پیارا بندہ بنا لیتا ہے۔ اس سے بڑھ کر خوش نصیبی بھلا اور کیا ہو سکتی ہے! پیارے نبی ﷺ کا فرمان ہے کہ: "دُعَاءُ اَطْفَالِ اُمَّتِیْ مُسْتَجَابٌ" (میری امت کے بچوں کی دعا قبول کی جاتی ہے)۔ ننھے ساتھیو! آپ پر آنحضورؐ کی مہربانی شفقت اور اللہ کا یہ کتنا بڑا کرم ہے کہ آپ کی دعاؤں کو یہ مقام ملا۔ آپ کو چاہیے کہ ہمیشہ نماز کے بعد اللہ کے دربار میں اپنے لیے، اپنے والدین، اپنے دوست احباب، وطن اور سب مسلمانوں کے لیے دعائیں مانگا کریں اور پیارے نبی ﷺ کی خدمت میں درود و سلام کے تحفے بھیجا کریں یہی اصل شکرانِ نعمت ہے۔

☆☆☆

سلام
اُس پر کہ جس نے بادشاہی میں فقیری کی!

ماہر القادری

سلام اُسؐ پر کہ جس نے بیکسوں کی دستگیری کی
سلام اُسؐ پر کہ جس نے بادشاہی میں فقیری کی
سلام اُسؐ پر کہ اسرارِ محبت جس نے سمجھائے
سلام اُسؐ پر کہ جس نے زخم کھا کر پھول برسائے
سلام اُسؐ پر کہ جس کے گھر میں چاندی تھی نہ سونا تھا
سلام اُسؐ پر کہ ٹوٹا بوریا جس کا بچھونا تھا
سلام اُسؐ پر جو سچائی کی خاطر دکھ اٹھاتا تھا
سلام اُسؐ پر جو بھوکا رہ کے اوروں کو کھلاتا تھا
سلام اُسؐ پر جو امت کے لیے راتوں کو روتا تھا
سلام اُسؐ پر جو فرشِ خاک پر جاڑوں میں سوتا تھا
سلام اُسؐ پر کہ جس کا نام لے کر اُس کے شیدائی
الٹ دیتے ہیں تختِ قیصریت، اوجِ دارائی
سلام اُسؐ ذات پر جس کے پریشاں حال دیوانے
سنا سکتے ہیں اب بھی خالدؓ و حیدرؓ کے افسانے

ماہر القادری کی اپنی شاعری اور نعت رسول مقبول ﷺ کے حوالے سے منفرد مقام رکھتے ہیں۔ حسن عقیدت اور عشق رسول ﷺ میں ان کا یہ سلام دورِ حاضر کا ایک انمول شاہکار ہے۔ آج بھی اس کی مقبولیت روزِ اول کی طرح قائم و دائم ہے!

اسرار: بھید　قیصریت: بادشاہت　اوج: بلندی، شان و شوکت

قیصریت، دارائی: دارا ایران اور قیصر روم کے قدیم بادشاہوں کا لقب تھا۔ یہاں ان الفاظ سے ایسے بادشاہوں کی جھوٹی شان و شوکت اور جاہ و جلال مراد ہے۔

دعائے خلیلؑ اور نویدِ مسیحاؑ

جنید احمد

حضرت انسؓ بیان فرماتے ہیں: "محسنِ انسانیت حضرت محمد ﷺ ایک مرتبہ ایک یہودی نوجوان جو کہ بیمار ہو گیا تھا، کی عیادت کے لیے تشریف لے گئے۔ جب آپؐ اس کے گھر پہنچے تو اس وقت اس لڑکے کا والد اس کے سرہانے بیٹھا تورات پڑھ رہا تھا۔ آپؐ نے اسے مخاطب کر کے فرمایا: "میں تمہیں اللہ کی قسم دے کر پوچھتا ہوں کہ کیا تورات میں میری تعریف اور میرا حال موجود نہیں ہے؟" یہودی نے جواب دیا "نہیں"

یہ سنتے ہی اس کا بیٹا بے اختیار بولا "ابا کیوں جھوٹ بولتے ہو؟ یا رسولؐ اللہ! قسم ہے اللہ کی کہ ہم تورات میں آپؐ کی تعریف اور حال پڑھتے ہیں اور میں گواہی دیتا ہوں کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں اور آپؐ اللہ کے رسول ہیں"۔

اس روایت سے صاف ظاہر ہوتا ہے کہ حضورؐ پرنور اس بات سے آگاہ تھے کہ تورات میں ان کے بارے میں بشارتیں موجود ہیں۔

یہ بشارتیں تورات اور انجیل کے علاوہ دنیا کی تمام مقدس کتابوں میں موجود ہیں۔ دنیا میں جہاں جہاں کوئی پیغمبر مبعوث ہوا اس نے رسولِ مقبول ﷺ کی آمد کی بشارت دی اور اپنی اُمت کو آپؐ پر ایمان لانے کی تلقین کی۔ خدا کے برگزیدہ نبی حضرت ابراہیمؑ نے تعمیر کعبہ کے وقت یہ حسین و جمیل دعا مانگی تھی:

"جب ابراہیمؑ اس گھر کی بنیاد چن رہا تھا اور اسمٰعیلؑ بھی اس کے ساتھ شریک تھا۔ ان کے ہاتھ پتھر چن رہے تھے اور دل و زبان پر یہ دعا جاری تھی: "اے ہمارے پروردگار! ہم تیرے دو عاجز بندے تیرے مقدس نام پر اس گھر کی بنیاد رکھ رہے ہیں۔ سو ہمارا یہ عمل تیرے حضور قبول ہو۔ بلاشبہ تو ہی دعاؤں کو سننے والا ہے اور جاننے والا ہے۔ اے ہمارے پروردگار ہمیں ایسی توفیق دے کہ ہم سچے مسلم ہو جائیں اور ہماری نسل سے بھی ایک اُمت پیدا کر دے جو تیرے حکموں کو ماننے والی ہو۔ خدایا ہمیں عبادت کے طور طریقے بتا دے اور ہماری غلطیوں سے درگزر فرما۔ بلاشبہ تیری ہی ذات ہے جو رحمت سے درگزر کرنے والی ہے اور جس کی رحیمانہ درگزر کی انتہا نہیں ہے۔ اے خدا اس بستی (مکہ) کے رہنے والوں میں ایک رسول مبعوث کر دے جو لوگوں کو تیری آیات سنائے۔ انہیں کتاب و حکمت کی تعلیم دے اور ان کے دلوں کو پاک کر دے۔ بلاشبہ تیری ذات حکمت والی اور سب پر غالب ہے"۔ اس دعا کا ایک ایک لفظ آپؐ پر صادق آتا ہے۔

تورات میں حضرت موسیٰؑ کی بشارت کچھ یوں ہے: "خدا نے مجھ سے کہا: میں تیری طرح ایک پیغمبر ان کے بھائیوں میں سے ان کی طرف بھیجوں گا اور میں اپنے الفاظ اس کے منہ میں

ڈالوں گا اور وہ سب کچھ جس کا میں حکم دوں گا انہیں جا کر بتائے گا"۔ یہ اشارہ صاف اور واضح طور پر آنحضرت ﷺ کی جانب ہے۔ مدینے کے یہودی حضرت موسیٰؑ کی بشارت سے آگاہ تھے لیکن یہ لوگ اپنے زنگ آلود قلب کی وجہ سے ایمان نہ لا سکے۔

اسی طرح حضرت عیسیٰؑ نے خوشخبری دی اور فرمایا:

"میں تم سے سچ کہتا ہوں کہ میرا جانا تمہارے لیے فائدہ مند ہے کیونکہ میں نہ جاؤں تو وہ مددگار تمہارے پاس نہیں آئے گا۔ لیکن اگر جاؤں تو اسے تمہارے پاس بھیج دوں گا' مجھے تم سے اور بھی بہت سی باتیں کہنی ہیں لیکن تم ان کو برداشت نہیں کر سکتے۔ تاہم وہ سچائی کی روح بن کر آئے گا تو تم کو سچائی کی راہ دکھائے گا۔ اس لیے کہ وہ اپنی طرف سے نہیں کہے گا بلکہ جو کچھ سنے گا وہ کہے گا اور تمہیں آئندہ کی خبر دے گا"۔ (انجیل یوحنا)

عیسائیوں کے بڑے بڑے علماء کا اس آیت پر پختہ یقین تھا۔ لہٰذا وہ سب آپؐ کی آمد کے منتظر تھے۔ لیکن جب آپؐ تشریف لائے تو یہ بھی یہودیوں کی طرح آپؐ کے مخالف ہو گئے اور اس آیت کی عجیب و غریب تاویلیں کرنے لگے۔

ہندوؤں کی ایک نہایت قدیم کتاب پرتی سرگ کا ایک شبد (قول) ملاحظہ کریں:

(ترجمہ) "...... ایک غیر ملک کا رہنے والا اور غیر ملکی زبان بولنے والا روحانی استاد اپنے دوستوں (صحابہؓ) کے ساتھ ظاہر ہو گا جس کا نام مہامد (محمدؐ) ہو گا"۔ بدھ مت کی مقدس تحریروں میں مہاتما بدھ کے حوالے سے یہ پیشین گوئی ملتی ہے: "مبارک شخص (بدھ) سے پوچھا گیا "جب تم چلے جاؤ گے تو پھر ہمیں تعلیم کون دے گا؟" تو مبارک شخص نے جواب دیا: "میں پہلا بدھ نہیں ہوں جو دنیا میں آیا ہے اور نہ ہی آخری ہوں۔ اپنے وقت پر ایک اور بدھ دنیا میں ظاہر ہو گا' بڑا ہی مبارک' علم کو جاننے والا' کردار میں حکمت والا' کائنات کی خبریں رکھنے والا' انسانوں کا لاثانی رہنما' فرشتوں اور جن و بشر کا حاکم۔ وہ تمہارے سامنے ابدی سچائیاں کھول کر بیان کرے گا جو میں تمہیں بتاتا رہا ہوں۔ وہ اپنے مذہب کی تبلیغ کرے گا۔ اس کا مذہبی نظام حیات مکمل' خالص اور بے داغ ہو گا۔ اس کے پیروکاروں کی تعداد لاکھوں میں ہو گی جبکہ میرے سینکڑوں ہیں"۔

پوچھا گیا "ہم اسے کیسے پہچانیں گے؟"

مبارک شخص نے جواب دیا: "اسے میتیریا کے نام سے پکارا جائے گا"۔

"میتیریا" کے معنی رحمدل اور مبارک کے ہیں۔ اس لفظ کا محتاط جائزہ اور تحقیق صرف اور صرف نبی پاک ﷺ تک ہی لے جاتی ہے۔

پارسی مذہبی تحریروں میں بھی آپؐ کی گواہی موجود ہے۔ پارسی مذہب کو دنیا کا سب سے قدیم مذہب مانا جاتا ہے۔ ان کی دو کتابیں ہیں' دساتر اور ژند اوستا۔ دساتر میں آپؐ کا ذکر مبارک کچھ یوں ہے:

ترجمہ: جب اہل فارس بداخلاقی اور بدکرداری کی انتہائی سطح تک جا پہنچیں گے تب ملک عرب میں ایک شخص پیدا ہو گا جس کے پیروکار ان کے تخت و تاج' مذہب اور ہر چیز کو ہلا کر رکھ دیں گے۔ فارس کے طاقتور سرکش زیر نگیں ہو جائیں گے۔ عبادت کدے (کعبہ) کو بتوں سے پاک و صاف کر دیا جائے گا اور لوگ اس کی جانب منہ کر کے عبادت کریں گے۔ وہ مدائن اور اس کے اردگرد کے آتش کدوں پر قابض ہو جائیں گے اور طوس' بلخ اور دیگر مقامات کو فتح کر لیں گے۔ ایران کے علماء و فضلاء ان کے پیروکاروں کے ساتھ مل جائیں گے"۔ یہ پیشین گوئی صاف آپؐ کی ذات پاک کی جانب اشارہ کر رہی ہے۔

آنحضور ﷺ کے بارے میں کتب مقدسہ میں اتنی بشارتیں موجود ہیں کہ ان کا ذکر اگر کیا جائے تو ایک ضخیم کتاب تیار ہو سکتی ہے۔ اس مختصر مضمون میں صرف چند کا ذکر کیا گیا ہے۔ مولانا الطاف حسین حالی نے رسولِ پاک ﷺ کی دنیا میں تشریف آوری کا ذکر کرتے ہوئے اپنی مسدس میں کیا خوب فرمایا ہے:

یکایک ہوئی غیرتِ حق کو حرکت
بڑھا جانب بوقبیس ابرِ رحمت
ادا خاکِ بطحانے کی وہ ودیعت
چلے آتے تھے جس کی دیتے شہادت
ہوئی پہلوئے آمنہؓ سے ہویدا
دعائے خلیلؑ اور نویدِ مسیحاؑ

رسول اللہ کی پیاری مسکراہٹیں

جمشید اختر

کل رات کی بات ہے: جہانزیب' جسے ہم سب زیبی کہہ کر پکارتے ہیں' نجانے کون سی بات پر خوش تھا کہ اس کے بے تحاشا قہقہے بند ہونے ہی میں نہیں آرہے تھے۔ چھوٹی تانیہ بھی بھائی کے دیکھا دیکھی اس بے ہنگم ہا ہا ہی ہی میں پیش پیش تھی۔ اس سے پیشتر کہ انہیں اس شور شرابے پر امی کی ڈانٹ پڑتی' دادا جان عشاء کی نماز پڑھ کر گھر میں داخل ہوئے۔ پہلے تو انہیں زیبی کے قہقہوں اور بے تکی "کھی کھی" پر حیرانی ہوئی پھر امی کی زبانی اصل بات کا پتا چلا۔ زیبی ننھی تانیہ سے ایک لطیفہ سن کر یونہی لوٹ پوٹ ہوا جا رہا تھا۔ دادا جانی کو زیبی میاں کا یہ انداز پسند نہ آیا' کچھ سوچتے ہوئے اپنی بہو یعنی تانیہ' زیبی کی امی سے مخاطب ہوئے:

"بیٹی! بچے ہنستے مسکراتے ہی اچھے لگتے ہیں مگر یوں اچھل کود اور دھما چوکڑی مچانا اور بات بے بات کھی کھی کرتے رہنا بھی تو مناسب نہیں ہے نا!...... میں اپنے کمرے میں جا رہا ہوں' دونوں بچوں کو میرے پاس بھیج دینا اور اگر فرصت ہو تو آپ لوگ بھی آجانا!"

امی جان دادا ابو کا موڈ بھانپ چکی تھیں لہٰذا کچھ ہی دیر میں وہ زیبی اور تانیہ کو لیے ان کے کمرے میں آموجود ہوئیں۔ زیبی کے ابو گھر پر موجود نہیں تھے ورنہ وہ بھی آج دادا ابو کی عدالت میں حاضر ہوتے۔ ننھی تانیہ تو جلدی سے دادا جانی کی گود میں جا دبکی جبکہ زیبی بھیگی بلی بنا اپنی امی کے ساتھ چمٹا رہا۔ وہ دادا ابو سے کچھ ڈر بھی رہا تھا تاہم اسے احساس تھا کہ دادا جانی بہت مہربان اور شفیق انسان ہیں۔ وہ غصہ بھی کرتے ہیں تو اس میں بھی کوئی اصلاح ہی کا پہلو ہوتا ہے۔ تانیہ بھی دادا کی گود میں بیٹھی ٹکر ٹکر شرارت بھری نظروں سے بھائی کو تکے جا رہی تھی...... پھر دادا جان کے جی میں کیا آئی کہ زیبی کو بھی اپنے بستر پر بلا لیا۔ زیبی کا ڈر رفوچکر ہو گیا اور وہ لشتم پشتم لحاف اٹھا کر دادا جانی کے پہلو میں جا دبکا۔ دادا جانی آج کچھ گپ شپ کے موڈ میں لگتے تھے' کہنے لگے: "بچو! آج میں ایک خاص پہلو پر آپ لوگوں سے بات کرنا چاہتا ہوں۔ دیکھو! ہمارا دین ہمیں ہر طرح کے طور اطوار اور ادب آداب کے حوالے سے بہترین رہنمائی کرتا ہے اور یہ رہنمائی صرف کتابی یا الفاظ کی شکل میں نہیں بلکہ خود پیارے نبی ﷺ کی مبارک زندگی ہر قدم پر اور ہر موقع پر ہماری رہنمائی کرتی ہے۔ اچھا چلو یہ بتاؤ کہ ہمیں سب سے بڑھ کر کون پیارا ہے؟"

"حضور پاکؐ ہمارے حضور پاکؐ" ننھی تانیہ نے یک دم ہاتھ کھڑے کر کے جواب دیا۔ "صلی اللہ علیہ وسلم" دادا جانی نے درود پڑھتے ہوئے کہا۔ میرے بچو! بیشک ہمیں اپنے پیارے نبیؐ ہی سے سب سے

زیادہ پیار ہے مگر دیکھنا یہ ہے کہ ہم ان کی تعلیم پر بھی عمل کرتے ہیں کہ نہیں۔ صرف ہنسنا ہنسانا ہی لے لو۔ جس طرح آج گھر میں بے ہنگم قہقہے بلند ہو رہے تھے' یہ تو بیٹا پیارے نبیؐ کی تعلیم نہیں! تمہیں معلوم ہونا چاہیے کہ پیارے نبی ﷺ کی ہر عادت میں ایک توازن اور اعتدال ہوتا تھا۔ آپؐ کبھی زور سے یا قہقہہ مار کر نہیں ہنسا کرتے تھے۔ اگر کسی بات پر ہنسی آجاتی تو زیادہ سے زیادہ مسکرا دیا کرتے تھے۔ زور زور سے قہقہے مارنا تہذیب اور آداب کے خلاف ہے۔ پیارے نبیؐ کبھی ٹھٹھا مار کر نہیں ہنستے تھے بلکہ صرف تبسم فرماتے تھے"۔

آنحضور ﷺ کا ذکر چلا تو سبھی مؤدب ہو کر دادا ابو کی باتیں سننے میں محو ہو گئے۔ دادا ابو نے ذرا سا مسکرا کر زیبی کی طرف دیکھا اور پھر اپنی بات کو جاری رکھتے ہوئے بولے:

"میرے بچو! آنحضورؐ کی مجلس میں وقار اور سنجیدگی کی فضا چھائی رہتی تھی۔ صحابہ کرامؓ فرماتے ہیں کہ ہم لوگ آپؐ کی صحبت میں ایسے باادب بیٹھتے تھے کہ گویا ہمارے سروں پر پرندے بیٹھے ہوئے ہیں اور وہ تھوڑی سی حرکت پر اڑ جائیں گے۔ تاہم پیارے نبی ﷺ کی خوش طبعی ان مجلسوں کو انتہائی خوشگوار اور پرمسرت بنائے رکھتی تھی۔ اگر زیادہ اوقات میں آپؐ کی مجلس ایک درسگاہ اور تعلیمی ادارہ بنی رہتی تو کچھ دیر کے لیے خوش طبع' مہذب اور ہنستے مسکراتے دوستوں کی بیٹھک بھی بن جاتی جس میں ہنسی مذاق کی باتیں بھی ہوتیں اور گھر بار کے روزمرہ قصے بھی بیان ہوتے۔ آپؐ کی ظرافت اور ہنسی مزاح کیسا تھا؟ اس کا اندازہ آپ لوگوں کو صحابہ کرامؓ ہی کی زبانی بخوبی ہو سکے گا۔ ایک دفعہ صحابہ کرامؓ نے آنحضور ﷺ سے پوچھا کہ: یا رسولؐ اللہ! آپؐ بھی مذاق کرتے ہیں؟ تو آپؐ نے ارشاد فرمایا کہ: ہاں! بے شک مگر میرا مزاح سراسر سچائی اور حق ہے"۔...... دیکھا بچو! یہی اصل چیز ہے۔ یہ نہیں کہ آج کل کی طرح انسان محض مذاق مذاق میں جھوٹ سچ کی تمیز ہی کھو بیٹھے اور تہذیب کا دامن چھوڑ دے۔ میرا خیال ہے کہ میری ان باتوں کا مطلب آپ جان چکے ہیں۔ بتاؤ تو بھلا کس کس کو سمجھ آ گئی؟" تانیہ اور زیبی نے جھٹ سے ہاتھ کھڑے کر دیئے۔ امی بھی مسکرانے لگیں۔

"یہ اچھی بات ہوئی نا!" دادا جانی خوش ہو کر بولے: "تو چلو پھر آپ کو پیارے نبی ﷺ کی پر مزاح مسکراہٹوں بھرے واقعات بھی سناتے چلیں"۔ بچے خوش ہو کر اکڑوں بیٹھ گئے اور دادا ابو نے اپنی بات جاری رکھی: پیارے بچو! آنحضور ﷺ کو ہنستے مسکراتے اور ہشاش بشاش لوگ اچھے لگتے تھے۔ آپؐ کسی کو سنجیدہ یا فکرمند دیکھتے تو کبھی کبھار ہلکے پھلکے انداز میں اس سے مزاح فرماتے یا کوئی ہنسی مذاق کی کوئی بات کہتے تاکہ وہ آدمی خوش ہو جائے اور کھلکھلا اٹھے۔ آپؐ بڑے ہی رحیم و کریم اور مہربان و شفیق تھے۔ افسردہ دل اور سنجیدہ مزاج لوگوں کو خوش کرنا اور ان میں خوشیاں بانٹنا سنتِ نبویؐ ہے۔

اونٹنی کا بچہ: ایک دفعہ ایک شخص نے آپؐ کی خدمت اقدس میں حاضر ہو کر سواری کے لیے درخواست کی۔ آپؐ نے ارشاد فرمایا کہ:

"میں تم کو سواری کے لیے اونٹنی کا بچہ دوں گا"۔

وہ شخص حیران ہوا۔ عرض کیا: یا رسولؐ اللہ! میں اونٹنی کے بچے کا کیا کروں گا' مجھے تو سواری درکار ہے۔ یہ سن کر آپؐ مسکرائے اور فرمایا: کوئی اونٹ ایسا بھی ہوتا ہے جو اونٹنی کا بچہ نہ ہو!"

یہ پیاری سی بات سنی تو تانیہ اور زیبی بھی مسکرانے لگے اور آنحضور ﷺ کی محبت میں ان کے چہرے دمکنے لگے۔ دادا جانی بھی محظوظ ہو رہے تھے' بات آگے بڑھاتے ہوئے بولے:

بوڑھی عورتیں! ایک مرتبہ ایک بڑھیا خدمتِ اقدس میں حاضر ہوئی اور عرض کیا: یا رسولؐ اللہ! میرے لیے دعا فرمائیں کہ اللہ مجھے جنت نصیب کرے۔ آپؐ نے فرمایا کہ: بوڑھی عورتیں جنت میں نہیں جائیں گی۔ یہ فرما کر پیارے نبیؐ نماز کے لیے تشریف لے گئے اور بڑھیا نے آپؐ کی بات سن کر زار و قطار رونا شروع کر دیا۔ آپؐ نماز سے فارغ ہو کر تشریف لائے تو حضرت عائشہؓ نے عرض کیا کہ: جب سے آپؐ نے فرمایا ہے کہ بوڑھی عورتیں جنت میں نہیں جائیں گی' یہ بڑھیا روئے جا رہی ہے۔ آپؐ نے مسکراتے ہوئے فرمایا کہ:

"اس سے کہہ دو کہ بوڑھی عورتیں جنت میں جائیں گی مگر جوان ہو کر جائیں گی!"

اس کو کون خریدے گا؟ آپؐ کی خوش طبعی کا اندازہ اس واقعہ سے بھی لگایئے کہ آنحضرتؐ کے ایک زاہرؓ نامی دیہاتی دوست تھے جو اکثر آپؐ کو ہدیے بھیجا کرتے تھے۔ ایک روز بازار میں وہ صاحب اپنی کوئی چیز بیچ رہے تھے۔ اتفاق سے آنحضور ﷺ ادھر آنکلے' اپنے دوست کو دیکھا تو بطور خوش طبعی آپؐ نے چپکے سے جا کر ان کو گود میں اٹھا لیا اور ازراہ مذاق آواز لگائی کہ اس غلام کو کون خریدے گا؟

زاہرؓ نے کہا کہ مجھے چھوڑ دو' کون ہے؟

مڑ کر دیکھا تو پیارے نبی ﷺ تھے۔ انہوں نے بھی ہنستے ہوئے کہا: یارسولؐ اللہ! مجھ جیسے غلام کو جو خریدے گا' نقصان ہی اٹھائے گا۔

آنکھ میں سفیدی: ایک دفعہ ایک عورت آنحضور ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئی اور کہنے لگی: یارسولؐ اللہ! میرا شوہر بیمار ہے اور آپؐ کو یاد کرتا ہے۔ یہ سن کر آپؐ مسکرائے اور مزاح فرماتے ہوئے فرمایا: اس کی آنکھ میں تو سفیدی ہے! وہ عورت دوڑی دوڑی گھر واپس آئی اور اپنے شوہر کی آنکھوں کو فکر مندی سے دیکھنے لگی۔ شوہر نے پوچھا تو کہنے لگی: آنحضورؐ نے فرمایا ہے کہ تمہاری آنکھوں میں سفیدی ہے۔ وہ کہنے لگا: اللہ کی بندی! حضورؐ نے سچ کہا ہے۔ ہر کسی کی آنکھ میں سفیدی ہوتی ہے۔

جاؤ تم خود ہی کھا لینا! ایک دفعہ ایک صحابیؓ پیارے نبی ﷺ کے پاس آئے اور التجا کی کہ: حضورؐ! مجھ سے خطا ہو گئی۔ روزہ توڑ بیٹھا ہوں۔ آپؐ نے ارشاد فرمایا: اچھا یہ بات ہے تو پھر جاؤ اور ایک غلام آزاد کر دو۔ وہ صحابیؓ بولے: یارسولؐ اللہ! میں تو بڑا غریب آدمی ہوں۔ اتنی ہمت کہاں کہ کفارے کے طور پر غلام آزاد کروں۔ اس پر آنحضورؐ نے فرمایا کہ پھر دو مہینے کے روزے رکھو۔ اس نے پھر عرض کیا کہ جناب مجھ میں تو اتنی بھی طاقت نہیں کہ اتنے روزے رکھ سکوں۔ آپؐ نے فرمایا: تو پھر ساٹھ مسکینوں کو کھانا کھلاؤ۔ صحابیؓ نے اس پر بھی معذرت کی۔ اتنی دیر میں کہیں سے کچھ کھجوروں کا ہدیہ آگیا۔ پیارے نبیؐ نے فرمایا: یہ کھجوریں لے جاؤ اور غرباء میں تقسیم کر دو۔ وہ صحابیؓ عرض کرنے لگے: یا رسولؐ اللہ! پورے مدینے میں مجھ جیسا غریب تو کوئی اور ہے ہی نہیں۔ آنحضور ﷺ اس کی یہ بات سن کر بے ساختہ ہنس پڑے اور مسکرا کر فرمایا: اچھا جاؤ تم خود ہی کھا لینا۔

ذہنی آزمائش: ایک مرتبہ پیارے نبی ﷺ نے مزاحاً اپنے ایک صحابیؓ سے پوچھا کہ بتاؤ تمہارے ماموں کی بہن تمہاری کیا لگتی ہے؟ وہ صحابیؓ سر جھکا کر سوچنے لگے تو آپؐ نے مسکرا کر فرمایا: ارے بھئی' ہوش کرو کیا تجھے اپنی ماں بھول گئی۔ وہی تو تمہارے ماموں کی بہن ہے۔

کھجور کی گٹھلیاں: "میرے بچو!" دادا جانی زبیؔ کے سر پر ہاتھ پھیرتے ہوئے بولے: "آنحضور ﷺ اپنے پیارے صحابہ کرامؓ کی محفل میں تشریف فرما ہوتے تو کبھی ایسی پیاری پیاری اور مزاح والی باتیں چھڑ جاتیں کہ بے اختیار ہنسی آجاتی۔ ایسا ہی ایک واقعہ آپ کو سناتا ہوں۔ ایک روز آنحضرت ﷺ مجلس میں تشریف فرما تھے کہ کچھ کھجوریں تحفہ کے طور پر پیش کی گئیں۔ آپؐ نے تحفہ قبول فرمایا اور اپنے ساتھیوں کے ساتھ تناول فرمانے لگے۔ سارے ساتھیوں میں سے حضرت علیؓ سب سے کمسن تھے۔ پیارے نبیؐ کھجوریں تناول فرماتے اور گٹھلیاں حضرت علیؓ کے سامنے رکھتے جاتے۔ دوسرے صحابہ کرامؓ بھی ایسا ہی کرتے جاتے۔ جب کھجوریں کھا چکے تو آنحضور ﷺ نے مسکراتے ہوئے پوچھا: بتاؤ زیادہ کھجوریں کس نے کھائی ہیں؟ حضرت علیؓ معاملہ سمجھ گئے اور حاضر جوابی کے ساتھ فوراً بولے: جنہوں نے گٹھلیوں تک کو نہیں چھوڑا' انہوں نے ہی زیادہ کھجوریں کھائی ہیں۔ حضرت علیؓ کی حاضر جوابی پر آنحضورؐ بہت مسکرائے اور تمام حاضرین مجلس بھی ہنسنے لگے۔

میرے بچو! یہ تھیں پیارے نبی ﷺ کی پیاری مسکراہٹیں۔ آپ کا مزاح فرمانا خوش دلی اور خوش طبعی کے لیے ہوتا تھا۔ آپؐ پر ہماری جان' ہمارا مال' ہمارا سب کچھ قربان..... آپؐ کی محبت ہی تو اصل ایمان ہے۔ ہمیں آپؐ کی سیرت اور حیاتِ مبارکہ کا لمحہ لمحہ اپنی نظروں کے سامنے رکھنا چاہیے تاکہ ہم اللہ اور اس کے رسولؐ کے محبوب بندے بن سکیں۔ کیوں ٹھیک ہے نا!"

"جی دادا ابو! ہم سب ایسا ہی کریں گے اور سچے اور پکے مسلمان بنیں گے" بچوں نے یک زبان ہو کر کہا۔ "ان شاء اللہ!" دادا جانی نے مسکراتے ہوئے کہا۔ ☆☆☆

بوریے کا نشان: حضرت عبداللہ بن مسعودؓ کہتے ہیں کہ: رسول اللہ ﷺ ایک بوریے پر لیٹے۔ آپؐ کی پشت پر بوریے کا نشان پڑ گیا۔ بیدار ہوئے تو میں سہلانے لگا اور کہنے لگا: یارسولؐ اللہ! آپؐ ہمیں کیوں نہیں اجازت دیتے کہ اس پر کوئی چیز بچھا دیا کریں جو آپؐ کو بوریے سے بچائے؟ فرمایا: مجھے دنیا سے کیا مطلب؟ میں اور دنیا محض اس طرح ہیں جیسے ایک سوار کہ ایک درخت کے سائے میں آیا پھر چلا گیا اور اُسے چھوڑ گیا۔ ☆☆☆

فرمایا آمنہؓ کے لالﷺ نے

سید محمد جاوید امتیازی

☆ **ایمان اور اسلام:** بہترین ایمان یہ ہے کہ لوگ تم سے امان میں رہیں اور بہترین اسلام یہ ہے کہ لوگ تمہارے ہاتھ اور زبان سے محفوظ رہیں!

☆ **شخصیت کا معیار:** انسان کی قدر و منزلت علم کے اعتبار سے ہے۔

☆ **عظمت کا معیار:** جو سب سے زیادہ متقی اور پرہیزگار ہے وہ سب سے بڑا آدمی ہے۔

☆ **بہترین کمائی:** بہترین کمائی وہ ہے جو اپنے ہاتھ کی ہوا

☆ **بُرا مرض:** کنجوسی سے زیادہ برا مرض کوئی نہیں ہے۔

☆ **دعوت:** جب کوئی تمہیں دعوت دے تو اسے قبول کرو' اس میں کالے گورے یا شاہ و گدا کا امتیاز نہ رکھو۔

☆ **فضول گفتگو:** فضول گفتگو سے بچو' صرف اتنی بات کرو جتنی ضروری ہو۔

☆ **پسند:** دوسروں کے لیے وہی پسند کرو جو اپنے لیے پسند کرتے ہو۔

☆ **پانچ چیزیں:** پانچ چیزوں کو پانچ چیزوں سے پہلے غنیمت سمجھو۔ جوانی کو بڑھاپے سے پہلے۔ صحت کو بیماری سے پہلے۔ دولت کو غریبی سے پہلے۔ زندگی کو موت سے پہلے اور فراغت کو مصروفیت سے پہلے۔

☆ **اتفاق اور برکت:** اکٹھے مل کر کھانا کھایا کرو' اس میں تمہارے لیے برکت ہے۔

☆ **بھوک سے زیادہ کھانا:** بے شک اللہ تعالیٰ بھوک سے زیادہ کھانے والے کو اچھا نہیں جانتا۔

☆ **سحر خیزی:** صبح سویرے اٹھا کرو کیونکہ اس کا بڑا ہی ثواب ہے۔

☆ **صفائی ستھرائی:** صاف ستھرے رہا کرو کیونکہ اسلام پاکیزہ دین ہے۔

☆ **بہترین عبادت:** بہترین عبادت علم حاصل کرنا ہے۔

☆ **جنت کہاں ہے؟** جنت ماؤں کے قدموں تلے ہے۔

☆ **بری صحبت:** برے ساتھی سے بچو کیونکہ وہ آگ کا ٹکڑا ہے۔

☆ **اللہ کی رحمت سے محرومی:** جو لوگوں پر رحم نہیں کرتا وہ اللہ کی رحمت سے بھی محروم رہتا ہے۔

☆ **بھائی بھائی:** مومن دوسرے مومن کا بھائی ہے جیسے ایک جسم!

☆ **سچ اور جھوٹ:** سچ نجات دیتا ہے اور جھوٹ ہلاک کرتا ہے۔

☆ **احترام اور رحمدلی:** جو چھوٹے پر ترس نہ کھائے اور بڑے کا احترام نہ کرے اس کا ہمارے ساتھ کوئی واسطہ نہیں۔

☆ **ناپ تول:** جو قوم ناپ تول میں کمی کرتی ہے وہ قحط سے دوچار ہو جاتی ہے۔

☆ **زکوٰۃ کی ادائیگی:** جو قوم زکوٰۃ نہیں دیتی وہ خشک سالی میں مبتلا ہو جاتی ہے۔

☆ **تحفہ اور ہدیہ:** ایک دوسرے کو ہدیے پیش کرتے رہو کہ اس سے محبت بڑھتی ہے اور دل کی کدورت مٹتی ہے۔

☆ **مکمل اسلام:** حضرت سوید بن حارثؓ فرماتے ہیں کہ میں اپنے چند ساتھیوں کے ہمراہ حضور اکرم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا اور عرض کی کہ ہم ایمان لا چکے ہیں۔ حضورؐ نے پوچھا کہ تمہارے ایمان کی نوعیت کیا ہے؟ میں نے عرض کیا: آپؐ کے مبلغین نے ہمیں دس چیزیں بتائی ہیں جن میں سے پانچ کا تعلق عقیدے سے ہے یعنی اللہ تعالیٰ' ملائکہ' کتبِ سابقہ' انبیاء اور آخرت پر ایمان اور پانچ کا تعلق عمل سے ہے یعنی کلمہ' نماز' روزہ' حج' زکوٰۃ۔ ان کے علاوہ پانچ باتیں ایسی ہیں جن پر ہم پہلے ہی عمل پیرا ہیں یعنی راضی برضا' نعمت پر شکر' مصیبت پر صبر' جنگ میں ثابت قدمی اور دشمن کی شکست پر خوش نہ ہونا۔ حضورؐ نے فرمایا ان خوبیوں میں پانچ باتوں کا اور اضافہ کر لو تو تمہارا اسلام مکمل ہو جائے گا۔ وہ یہ ہیں۔

☆ ناممکن کے پیچھے نہ پڑو۔ ☆ ایسی عمارتیں نہ بناؤ جن کو آباد نہ کر سکو۔ ☆ ایسا مال جمع نہ کرو جس کو کھا نہ سکو۔ ☆ اس گھر میں دل نہ لگاؤ جس کو کل چھوڑ جانا ہے۔ ☆ اللہ سے ہر وقت ڈرتے رہو۔ ☆☆☆

جس کی نہیں نظیر وہ تنہا تمھی تو ہو!

وجیہہ طاہر

پیارے نبی حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ تمام نبیوں اور رسولوں پر فضیلت رکھتے ہیں۔ آپؐ کا رتبہ سب انسانوں سے بلند ہے۔ آپؐ سید البشر اور افضل الانبیاء ہیں۔ خالقِ کائنات نے آپؐ کو بے مثال خوبیوں اور بے نظیر صفات سے سرفراز کر کے نبی نوع انسان کی ہدایت کے لیے بھیجا۔ آپؐ کی ان صفات کا پوری طرح احاطہ کرنا انسانی مقدور سے باہر ہے۔ آپؐ کی بے شمار فضیلتوں میں سے چند ایک کا بیان ہم سب کے لیے یقیناً ایمان کی تازگی اور روحانی سرخوشی کا باعث ہوگا۔

ہمارے ایمان، ہماری محبت اور ہماری عقیدت کا تقاضا ہے کہ پیارے نبی ﷺ کی ان خوبیوں اور فضیلتوں کو ہر لمحہ، ہر آن اپنی نظروں کے سامنے رکھیں۔ اسی پر ہماری نجات اور سرخروئی کا دارومدار ہے۔

- آنحضور ﷺ کا نور تمام مخلوقات سے پیدائش اور پیغمبری میں پہلے ہے۔
- آپؐ ہی پر ایمان لانے کا عہد اللہ رب العزت نے باقی تمام پیغمبروں سے لیا۔
- آپؐ کی ذات والا صفات باعثِ تخلیق کائنات ہے۔
- آپؐ خاتم النبیین ہیں۔ آپؐ کے بعد کسی نبی یا رسول کا آنا قطعی طور پر ناممکن ہے۔
- آپؐ کی اُمت آخری اُمت ہے اور آپؐ ہی کی شریعت آخری شریعت ہے جو قیامت تک باقی رہے گی۔
- سابقہ انبیاء اور آسمانی کتابوں کی زبانی آپؐ ہی کی بشارت اور خوشخبری دی گئی ہے۔
- آپؐ ہی کی پشتِ مبارک پر مہرِ نبوت موجود تھی۔
- آپؐ ہی کے بہت سے صفاتی نام اللہ تعالیٰ کے اسماء مبارکہ کے ساتھ مشترک ہیں۔
- آپؐ ہی نے حضرت جبرائیلؑ کو اصلی صورت میں دیکھا۔
- آپؐ ہی کو معراج شریف کا شرف عطا کیا گیا۔
- آپؐ ہی نے معراج کی رات تمام پیغمبروں کی امامت کرائی۔
- آپؐ ہی وہ اُمّی نبی ہیں جن کو قرآنِ پاک جیسا عظیم اور دائمی معجزہ عطا کیا گیا۔
- آپؐ ہی پر نازل ہونے والی آسمانی کتاب (قرآنِ مجید) کو تحریف سے محفوظ رکھنے کا اللہ تعالیٰ نے وعدہ فرمایا۔
- آپؐ ہی تمام کائنات کے پیغمبر و رسول ہیں۔ آپؐ کی رسالت قیامت تک تمام دنیا کے لیے ہے۔
- آپؐ ہی کا روضہ اطہر روئے زمین پر افضل و اشرف ہے۔
- آپؐ ہی پر اللہ تعالیٰ اور اس کے فرشتے درود بھیجتے ہیں اور تمام مسلمانوں کو بھی آپ پر درود و سلام بھیجنے کی تاکید ہے۔
- آپؐ کا ذکر ہر آن اور ہر لمحہ اذان اور نماز میں دنیا کے چپہ چپہ پر کیا جاتا ہے اور رسالتِ محمدیؐ کی گواہی دی جاتی ہے۔

میرا نام ہے...!

تحریر: انبالوی

میں اس وقت ایک بازار میں کھڑی ہوں۔ بازار میں خرید و فروخت کا عمل جاری ہے۔ ایک کونے میں پھل کی ریڑھی پر کچھ اس طرح کی گفتگو ہو رہی ہے:

"بھئی سیب کتنے کے کلو دے رہے ہو؟"

"صرف پچاس روپے کلو جناب!"

"پچاس روپے کلو؟ یہ تو بہت زیادہ ہے' کچھ کم کرو"۔

آپ پانچ روپے کلو کم دے دیں"۔

"نہیں چالیس روپے دوں گا"۔

"یہ تو باؤ جی کم ہیں' یہی ریڑھی لبرٹی مارکیٹ میں لگی ہو تو سیبوں کی قیمت ساٹھ روپے کلو ہو جائے"۔

"مرضی ہے تمہاری میں تو بھئی چالیس روپے ہی دے سکتا ہوں"۔

"باؤ جی آپ پہلی بار میرے پاس آئے ہیں اس لیے خاص رعایت کر رہا ہوں"۔ یہ کہتے ہوئے اس نے تیزی سے سیب شاپنگ بیگ میں ڈالنے شروع کر دیئے۔ سامنے دکھائی دینے والے عمدہ سیبوں کے پیچھے رکھے ہوئے کئی گلے سڑے سیب بھی شاپنگ بیگ میں جا چکے تھے۔ تولنے کے بعد اس نے شاپنگ بیگ کی گرہ اتنی مضبوطی سے لگائی کہ گاہک اس کو کھول نہ سکے۔

"تمہارا نام کیا ہے؟" گاہک نے پیسے دیتے ہوئے پوچھا۔

"عاشق' جی...... محمد عاشق...... میں اسی جگہ ریڑھی لگاتا ہوں"۔

گاہک کے جاتے ہی محمد عاشق اپنے آپ سے بولا:

"چلو کچھ خراب سیب ڈال کر پیسے پورے ہو گئے۔ سیبوں کی ایک پیٹی تو آج بالکل خراب نکلی۔ اب ان خراب سیبوں کو اسی طرح چلتا کرنا ہے نا!"۔

میں محمد عاشق کو گھورتی ہوئی ایک طرف چل پڑی۔ ایک امتحانی سینٹر کے باہر طالب علم کھڑے تھے۔ کچھ طلبہ باتوں میں لگے ہوئے تھے اور کچھ درخت کے نیچے کتابیں کھولے پڑھنے میں مصروف تھے۔

"عمران! میں تو انگلش میں فیل ہو جاؤں گا"۔ سجاد بولا۔

"کیوں؟" شہزاد نے پوچھا۔

"میری تیاری اچھی نہیں ہے"۔

"تیاری اچھی نہیں ہے تو پھر کیا ہوا؟ بھئی سب ٹھیک ہو جائے گا"۔

"مگر کیسے؟"

"تم سب کچھ مجھ پر چھوڑ دو"۔

"کچھ بتاؤ بھی سہی"۔

"بس دو تین سو روپے میں کام ہو جائے گا' اتنے پیسے تو تمہارے پاس ہوں گے نا!"۔

"رات تک تو نہیں تھے مگر اب ہیں"۔

"اب پیسے کہاں سے آگئے"۔

"ابا جی کا بٹوا زندہ باد"۔

"اچھا تو یہ بات ہے"۔

☆☆☆☆☆

وقت مقررہ پر وہ اپنی اپنی سیٹوں پر موجود تھے۔ سوالیہ پیپر ملتے ہی سجاد کے ماتھے پر پسینہ آگیا۔ اس کو صرف ایک سوال یاد تھا۔ وہ سر جھکائے خاموشی سے بیٹھا تھا کہ اس کے اور میرے کانوں نے سنا: "دام دو کام لو"۔

یہ مختصر سا جملہ سجاد کو سب کچھ سمجھا گیا۔ اس نے دام سے کام نکالا اور سبھی سوال حل کیے۔ وہ بہت خوش تھا۔ سجاد باہر جانے لگا تو نگران نے اس کو معنی خیز نظروں سے دیکھتے ہوئے کہا:

"میرے ہوتے ہوئے گھبرانا مت تمہارے سب پیپرز اچھے ہو جائیں گے"۔

"آپ کا نام کیا ہے؟" سجاد نے پوچھا۔

"عاشق، محمد عاشق، میرا نام محمد عاشق ہے"۔

یہ سن کر سجاد کے ساتھ میں بھی سنٹر سے باہر آگئی۔

اس وقت میں ایک بس میں سوار ہوں۔ کنڈیکٹر بار بار "ٹکٹ لے لیں، ٹکٹ لے لیں" کی آواز لگا رہا ہے۔

"آپ نے ٹکٹ لے لیا ہے؟"

"جی"۔ یہ سن کر کنڈیکٹر آگے بڑھ گیا۔

دو سٹاپ کے بعد سفید وردی والا ایک شخص بس میں سوار ہوا۔

"ڈرائیور بس ایک طرف روک لو"۔ اس کے کہنے پر بس ایک طرف روک دی گئی۔

"محترم یہ ہماری کمپنی کے ٹکٹ چیکر ہیں، سب مسافر اپنے اپنے ٹکٹ نکال لیں"۔ یہ کہہ کر کنڈیکٹر نے مسافروں کو متوجہ کیا۔

ٹکٹ چیکر نے فرداً فرداً ٹکٹ چیک کرنے شروع کر دیے۔

"ٹکٹ دکھائیے" ٹکٹ چیکر نے کالی رنگت والے شخص کو مخاطب کیا۔

"جی ابھی دکھاتا ہوں" یہ کہہ کر اس نے اپنی جیبوں کو ٹٹولنا شروع کر دیا۔

"بھئی جلدی کریں، وقت ضائع مت کریں"۔

"میرا خیال ہے ٹکٹ کہیں گم ہو گیا ہے"۔

"کہاں گم ہو گیا ہے؟ آپ تو ابھی بس کے اندر ہی ہیں آپ نے ٹکٹ لیا بھی تھا یا نہیں"۔

"جی...... جی لیا تھا ٹکٹ"۔ مسافر بولا۔

"اس نے ٹکٹ نہیں لیا"۔ کنڈیکٹر نے کچھ سوچتے ہوئے کہا۔

"ٹکٹ دکھا دیں ورنہ جرمانہ ہو گا"۔

کچھ مسافروں نے اس کی حمایت کرنے کی کوشش کی تو ٹکٹ چیکر بولا: "آپ مداخلت مت کریں مجھے کارروائی کرنے دیں"۔

"آپ کہاں سے سوار ہوئے ہیں اور کہاں جانا ہے؟" کنڈیکٹر نے پوچھا۔

"اسٹیشن سے بیٹھا ہوں اور اچھرے جانا ہے"۔

"لائیے گیارہ گنا جرمانہ ادا کریں اور اپنا نام لکھوائیے۔ ٹکٹ چیکر نے کہا۔

"جی محمد عاشق" مسافر جھینپتے ہوئے بولا۔

میں اگلے سٹاپ پر اتر کر ایک باغ میں داخل ہو گئی۔

منظر نمبر 4

باغ کے ایک کونے میں کچھ نوجوان بیٹھے تھے۔

منظر نمبر4

"میری آج کی دیہاڑی ہے دو سو روپے" نوید نے یہ کہہ کر دو سو روپے زمین پر رکھ دیئے۔

"میں آج کچھ نہیں کما سکا"۔ اعجاز کا لہجہ افسردہ تھا۔

"کیوں؟" سب نے یک زبان ہو کر پوچھا۔

"یارو! میرے علاقے میں پولیس نے کچھ زیادہ ہی سختی کی ہوئی ہے۔ تم تو جانتے ہو لوگوں کی جیبوں سے پیسے نکالنا میرے بائیں ہاتھ کا کام ہے"۔

"اور آج کل تمہارا بایاں ہاتھ چھٹی پر ہے"۔ نوید کی یہ بات سن کر ایک قہقہہ پڑا۔

"تم کیا لائے ہو؟" راجے نے تھوڑی دیر پہلے آنے والے نوجوان سے پوچھا۔

"میں ہزاروں لایا ہوں یارو ہزاروں!"۔

"ہزاروں" سب ایک زبان ہو کر بولے۔

"پندرہ ہزار' میرے اندازے کے مطابق رقم پھر بھی کم ہے' بٹوا تو خاصا بھاری دکھائی دیتا تھا مگر اس میں صرف سو روپے والے نوٹ تھے۔ اگر ہزار ہزار کے نوٹ ہوتے تو موج ہو جاتی"۔

"اب بھی یہ رقم کم نہیں ہے۔ ہم سب مل کر بھی اتنی رقم اکٹھی نہیں کر سکے جتنی تم اکیلے لے آئے ہو"۔ عدنان بولا۔

"پیارے! دولت تو اس پر عاشق ہے عاشق!" اعجاز نے کہا۔

"بھئی میرا نام ہی تو عاشق ہے' محمد عاشق! سب روپے برابر بانٹ لو اور عیش کرو محمد عاشق کی بدولت"۔

اس کے دوستوں کی زبانی محمد عاشق جیب کترے کی تعریف سنتے ہوئے میں باغ سے باہر آ گئی۔ محمد عاشق کی باتوں پر مجھے غصہ آ رہا تھا۔

منظر نمبر5

اب میرے قدم ایک گلی میں رک گئے۔ گلی میں ایک آدمی ادھر ادھر دیکھ رہا تھا۔ میں ایک طرف کھڑی اس کو تکنے لگی۔ آدمی نے جب تسلی کر لی کہ اس وقت گلی میں کوئی نہیں دیکھ رہا تو اس نے گٹر کا بھاری ڈھکن اٹھایا اور بھاگ نکلا۔ کھڑکی سے جھانکتے ہوئے ایک خاتون نے شور مچا دیا۔

"پکڑو...... پکڑو...... گٹر کا ڈھکن چور لے بھاگا"۔

یہ شور سن کر قریبی کارخانے سے کئی کاریگر نکل کر چور کا تعاقب کرنے لگے۔ میں بھی ان کے ہمراہ تھی۔ چور تھوڑی دیر بعد پکڑا گیا۔ اس کی سانس پھولی ہوئی تھی۔ اس نے ہاتھ جوڑ کر التجا کی: "مجھے معاف کر دیں"۔ مجھ سے غلطی ہو گئی۔ آئندہ چوری نہیں کروں گا اور ادھر کا رخ بھی نہیں کروں گا"۔

"تم یہاں سے جاؤ گے تو ادھر کا رخ کرو گے نا!"۔ یہ کہہ کر ایک نوجوان نے چور کو مارنا شروع کر دیا۔ اچھی خاصی پٹائی ہو گئی تو ایک بزرگ نے مداخلت کرتے ہوئے کہا:

"مت مارو اس کو' چھوڑ دو اب"۔

"بزرگو! یہ چور ہے پکا چور' کئی بار یہ گٹر کے ڈھکن چوری کر چکا ہے"۔ ایک نوجوان نے جوشیلے انداز میں کہا۔

آخر بزرگ کے سمجھانے بجھانے پر اس کو محلے والوں نے چھوڑ دیا۔ معاملہ رفع دفع ہوا تو بزرگ نے اس سے پوچھا:

"تمہارا نام کیا ہے؟ بیٹے؟"

"میرا نام ہے جی' محمد عاشق"۔

"بہت خوبصورت ہے نام تمہارا' اپنے نام کی لاج رکھو اور محمدؐ کے سچے عاشق بنو"۔

"جی اپنے نام کی ضرور لاج رکھوں گا اور آئندہ چوری نہیں کروں گا"۔ محمد عاشق کی باتوں سے بزرگ کے ساتھ ساتھ میرے چہرے پر بھی مسکراہٹ پھیل گئی۔

شام کا وقت ہے۔ تین بچے گلے میں بستے ڈالے ٹیوشن پڑھنے کے لیے گھر سے نکلے ہیں' میں بھی ان کے ساتھ ہوں۔ گول باغ کے قریب ایک بڑھیا سر پر لوہے کا بکس اٹھائے بہت مشکل سے چل رہی ہے۔ ایک بچے کو بڑھیا پر رحم آ گیا۔ وہ دوستوں سے کہنے لگا:

"ہمیں اس بڑھیا کی مدد کرنی چاہیے"۔

"تو پھر کرو مدد' منع کس نے کیا ہے!"۔ ایک دوست نے طنزیہ لہجے میں کہا۔

"ہم اس کی کیا مدد کر سکتے ہیں' ہمیں تو ٹیوشن سے دیر ہو رہی ہے"۔ "دوسرے دوست نے بھی ٹکا سا جواب دیا۔

"بھئی میں تو اس کا سامان اپنے سر پر اٹھا کر اسے منزل تک چھوڑ کر آؤں گا"۔

"قلی اوئے قلی"۔ دوستوں نے اس کا مذاق اڑایا۔ اپنے دوستوں کے منع کرنے کے باوجود اس نے بکس اپنے سر پر اٹھایا اور بڑھیا کے ساتھ ہو لیا۔ بڑھیا آہستہ آہستہ اس کے ساتھ چل رہی تھی۔ دو تین گلیوں کے بعد ایک گھر کے سامنے جا کر بڑھیا بولی۔ "بس بیٹا میرا گھر آ گیا"۔

یہ سن کر بچے نے بکس اپنے سر سے اتار کر زمین پر رکھ دیا۔

"بیٹا جیتے رہو' خوش رہو' تمہارا نام کیا ہے؟"

"ماں جی! میرا نام محمد عاشق ہے"۔

"بہت پیارا نام ہے' تم بھی اپنے نام کی طرح بہت پیارے ہو' تم واقعی محمد عاشق ہو' پیارے نبی حضرت محمد ﷺ بھی اسی طرح لوگوں کی مدد کیا کرتے تھے۔ بیٹا اسی طرح لوگوں کی مدد کرتے رہنا"۔ محمد عاشق بڑھیا کی دعائیں لیتا ہوا وہاں سے رخصت ہو گیا۔

اچھے بچو! ننھے محمد عاشق نے تو مجھے خوش کر دیا ہے۔ کیا آپ بھی مجھے خوش کرنا چاہتے ہیں۔ ارے آپ نے میرے بارے میں تو پوچھا ہی نہیں کہ میں کون ہوں؟ بھلا بتاؤ تو سہی میں کون ہوں؟ ذرا سوچو' غور کرو...... چلو میں خود ہی اپنے بارے میں بتائے دیتی ہوں: میں پیارے نبی ﷺ کی زبان سے ادا ہونے والی ایک حدیث مبارکہ ہوں۔ پیارے آقا کا فرمان ہے: "میری اُمت کے سارے ہی لوگ جنت میں جائیں گے سوائے ان کے جو انکار کریں۔ آپؐ سے پوچھا گیا کہ انکار کرنے والا کون ہے؟ ارشاد فرمایا: جس نے میری اطاعت کی وہ جنت میں جائے گا اور جس نے میری نافرمانی کی تو گویا حقیقت میں اس نے میرا انکار کیا"۔ آپ نے مختلف مناظر میں کئی "محمد عاشق" دیکھے ان میں سے سچا عاشق کون سا ہے؟ فیصلہ آپ نے کرنا ہے۔ آپ کا نام تو میں نے پوچھا ہی نہیں' کیا نام ہے آپ کا؟ کیا کہا محمد عاشق' بہت خوب! اپنے نام کی لاج رکھیں اور سچے محمد عاشق بنیں۔ اس سے اللہ بھی خوش ہو گا اور اس کے پیارے رسول حضرت محمد ﷺ بھی!

☆☆☆

عبدالعزیز خالد

نعتِ رسولِ مقبول ﷺ

عبدالعزیز خالد شعروادب بالخصوص نعت ونام رسول ﷺ کے حوالے سے ایک بڑا نام ہے۔ یہ نعت انہوں نے "تعلیم وتربیت" کے سیرۃ النبیؐ نمبر کے لیے خاص طور پر مرحمت فرمائی۔

تری توصیف معراجِ بیاں ہے خوش بیانوں کی
ہو جن میں ذکر تیرا خوش نصیبی ان زبانوں کی

تری یہ شان خلاقِ دو عالم تجھ سے کہتا ہے:
تری خاطر ہی کی تخلیق میں نے آسمانوں کی

کہ تیرے نقشِ پا کی مُہرِ نوریں ان پہ لگتے ہی
چمک اٹھے گی قسمت ان پہ پھیلی کہکشانوں کی

مزیّن تجھ سے سارے مصحفوں کی لوحِ پیشانی
ہے تیری روشنی سے روشنائی لامکانوں کی

ہے اک ادنیٰ کرشمہ تیرے انصاف و تدبر کا
کہ صیاد آپ کرتے ہیں حفاظت آشیانوں کی

تُو صورت دیکھتے ہی حال دل کا بھانپ لیتا ہے
سمجھتا ہے زبانِ حال تو سب بے زبانوں کی

فضائیں گونجتی ہیں نو بہ نو نغماتِ مدحت سے
نہ گنتی کر سکیں اعداد تیرے مدح خوانوں کی

توصیف: تعریف
معراج: بلندی
خلاق: بنانے والا
مُہرِ نوریں: نورانی چمکتا ہوا نشان
مصحف: صحیفے آسمانی کتابیں
کرشمہ: معجزہ کارنامہ
مدحت: تعریف
مدح خواں: تعریف کرنے والے

ہمارے پیارے رسول حضرت محمد ﷺ 12 ربیع الاول بمطابق 19 اپریل 571ء پیر کے روز صبح کے وقت عرب کے مقدس شہر مکہ میں پیدا ہوئے۔ آپ حضرت اسماعیلؑ کے خاندان میں سے تھے جو عرب کے سب گھرانوں میں معزز سمجھا جاتا تھا۔

ہمارے نبیؐ ابھی ننھے سے تھے کہ عربوں کے دستور کے مطابق پرورش کے لیے آپؐ کو دائی حلیمہ سعدیہؓ کے حوالے کر دیا گیا۔ بی بی حلیمہؓ کو آپؐ سے بہت محبت تھی۔ وہ آپ کو اپنی آنکھ کا تارا سمجھتیں اور اپنی اولاد کی طرح چاہتی تھیں۔ جب آپؐ ذرا سیانے ہوئے تو اپنے دودھ شریک بھائیوں کے ساتھ آس پاس کے میدانوں اور جنگلوں میں بکریاں چرانے لگے۔

ہمارے نبیؐ کی عمر چھ سال کی تھی کہ آپ کی والدہ کا انتقال ہو گیا۔ اب آپ مکہ میں اپنے دادا حضرت عبدالمطلب کے پاس رہنے لگے۔ دو سال بھی گزرنے نہ پائے تھے کہ وہ بھی چل بسے اور اس طرح آپ کو خدا کے سوا دنیا میں کسی کا سہارا نہ رہا۔ اس حالت میں آپؐ کے ایک چچا ابو طالب آپؐ کو اپنے ہاں لے آئے۔

پیارے نبیؐ بچپن سے بے حد شرمیلے اور نیک فطرت تھے۔ آپؐ کی طبیعت میں بچوں کی سی شوخی اور ضد نام کو نہ تھی۔

جوں جوں آپؐ کی عمر زیادہ ہوتی گئی آپؐ کے جوہر کھلتے گئے۔ مکہ کے نوجوان میلوں ٹھیلوں، کھیل تماشوں، نیزہ بازی اور شاعری کے مقابلوں میں ایسے کھوئے رہتے تھے کہ انہیں اور کسی بات کی سدھ بدھ نہ تھی مگر آپؐ ہمیشہ ان چیزوں سے الگ تھلگ رہتے تھے۔ آپؐ بولتے کم اور سوچتے زیادہ تھے۔ آپؐ کے چہرے سے ہمیشہ ایسے معلوم ہوتا کہ جیسے آپؐ کسی بات پر سوچ بچار کر رہے ہیں۔

اس کے ساتھ ساتھ آپؐ کی طبیعت کا یہ حال تھا کہ کسی کو دکھ میں دیکھ کر آپؐ بے چین ہو جاتے اور جب تک اُس کا دکھ دور نہ ہو جاتا تھا آپؐ کو چین نہ آتا۔

کسی بوڑھے آدمی کو کندھے پر بوجھ رکھے دیکھتے تو دوڑ کر اس کا بوجھ اٹھا لیتے۔ کوئی اندھا گرتا پڑتا ٹھوکریں کھاتا راستہ چلتا نظر آتا تو بڑھ کر اس کا ہاتھ تھام لیتے اور جہاں اُسے جانا ہوتا وہاں پہنچا کر آتے۔ کسی یتیم بچے کو روتا دیکھتے تو اسے گود میں اٹھا کر دلاسا دیتے، اسی طرح آپؐ بیماروں کی تیمار داری کرتے اور بے سہاروں کا سہارا بنتے۔

ایک دن ایک بوڑھا غلام پانی کی مشک اٹھائے نظر آیا مگر اس میں اتنا بوجھ اٹھانے کی سکت نہ تھی۔ اس کی ٹانگیں کانپ رہی تھیں۔ چہرہ زرد، دو قدم چلتا اور ہانپنے لگتا۔ یہ دیکھ کر آپؐ سے نہ رہا گیا، دوڑ کر مشک اٹھالی اور اُس کے آقا کے گھر پہنچا دی۔

ایک دن دیکھا کہ ایک غلام آٹا پیس رہا ہے مگر ساتھ ساتھ روتا بھی جاتا ہے۔ آپؐ اسے اِس حال میں دیکھ کر رک گئے، پوچھا: کیوں رو رہے ہو؟ کہنے لگا: بیمار ہوں، آٹا پیسا نہیں جاتا۔ آٹا نہ پیسا تو ظالم آقا کوڑے مار کر کھال ادھیڑ دے گا۔ آپؐ یہ سن کر اُس کے پاس بیٹھ گئے اور آٹا پیسنے لگے۔ پھر بولے: تمہیں جب بھی آٹا

پسوانا ہو مجھے بلا لیا کرنا۔

جب پیارے رسول ﷺ کی عمر سولہ سال کی ہوئی تو انہوں نے اپنا خاندانی پیشہ تجارت اپنا لیا۔ آپؐ بہت سچے اور امانت دار تھے۔ جلد ہی مکہ کے لوگوں میں آپؐ صادق اور امین کے لقب سے مشہور ہو گئے یعنی: سچے اور امانت دار۔

ایک مرتبہ آپؐ کا ایک ساتھی عبداللہ آپؐ سے تجارت کا سودا کر رہا تھا کہ اُسے ایک کام یاد آ گیا۔ اس نے کہا کہ میں ابھی آ کر بات کرتا ہوں۔ لیکن وہ جاتے ہی بھول گیا۔ تین دن گزر گئے اس کے بعد اسے اپنا وعدہ یاد آیا تو وہ بھاگا بھاگا پہنچا۔ دیکھا تو آپؐ ابھی انتظار فرما رہے تھے۔ آپؐ نے صرف اتنا کہا "عبداللہ تمہاری وجہ سے مجھے بہت تکلیف ہوئی۔ میں تین دن سے یہاں تمہارا انتظار کر رہا ہوں"۔

آپؐ نے بیس سال کی عمر میں جنگ فجار میں حصہ لیا لیکن اس طرح کہ کسی پر تلوار نہ اٹھائی۔ آپؐ نے قبیلہ قیس اور قریش کے درمیان صلح کرا دی اور معاہدہ کروا دیا کہ سب قبیلے مل جل کر رہیں گے۔ اس معاہدے کا نام "حلف الفضول" تھا۔ آپؐ اس معاہدے پر ہمیشہ فخر کیا کرتے تھے کہ جس کی وجہ سے مکہ میں امن و امان قائم ہو گیا۔

پیارے نبیؐ نے باقاعدہ تجارت بیس سال کی عمر میں شروع کی۔ آپؐ کی دیانت اور سچائی کی شہرت دور دور تک پھیل گئی۔ مکہ کی ایک امیر بیوہ خاتون حضرت خدیجہؓ نے آپؐ کی شہرت سنی تو اپنے کاروبار میں شریک ہونے کی دعوت دی جسے آپؐ نے قبول کر لیا اور تجارت کا مال لے کر شام کی طرف روانہ ہو گئے۔

اس سفر میں حضرت خدیجہؓ کا غلام میسرہ بھی آپؐ کے ہمراہ تھا۔ میسرہ نے مکہ واپس آ کر حضرت خدیجہؓ کو سفر کے واقعات سنائے اور اُن سے آپؐ کی سچائی اور پاکیزگی کا ذکر کیا۔ اس بات سے حضرت خدیجہؓ اس قدر متاثر ہوئیں کہ آپؐ کو شادی کا پیغام بھجوایا جسے آپؐ نے قبول فرما لیا۔ خاندان کے بزرگوں کی موجودگی میں آپؐ کی شادی حضرت خدیجہؓ سے ہو گئی۔ شادی کے وقت آپؐ کی عمر پچیس برس کی اور حضرت خدیجہؓ کی عمر 40 برس کی تھی۔

ہمارے پیارے نبیؐ حج کے دنوں میں دور دراز سے آنے والے مسافروں کی مہمان نوازی فرماتے اور انہیں کسی قسم کی تکلیف نہ ہونے دیتے۔ آپؐ غریبوں، یتیموں اور محتاجوں کا خیال رکھتے اور ان کی ہر طرح سے مدد فرمایا کرتے تھے۔

بچوں سے بھی آپؐ کی شفقت بہت زیادہ تھی۔ ایک مرتبہ آپؐ نے دیکھا کہ ایک بچہ سردی سے کانپتا چلا جا رہا ہے۔ اس کے جسم پر کوئی گرم کپڑا بھی نہیں تھا۔ آپؐ نے اس کا حال پوچھا تو اس نے بتایا کہ میں ایک یتیم غلام ہوں اور میرا مالک مجھ پر بہت ظلم ڈھاتا ہے۔ یہ سن کر آپؐ کے آنسو نکل آئے۔ آپؐ نے اسے کپڑا اوڑھایا اور اسے تسلی دی۔ دوسرے دن وہی بچہ نظر آیا۔ اس نے بہت بھاری بوجھ اٹھایا ہوا تھا جو اس سے نہیں اٹھایا جا رہا تھا۔ آپؐ نے اس کا بوجھ خود اٹھایا اور اسے جہاں جانا تھا وہاں پہنچا دیا۔

چالیس سال کی عمر میں آپؐ کو نبوت کی بشارت دی گئی۔ آپؐ نے نبوت کے اعلان کے ساتھ ہی لوگوں کو حق کا پیغام دینا شروع کر دیا اور مخالفتوں کے باوجود اللہ کے پیغام کو عام لوگوں تک پہنچاتے رہے۔ طرح طرح کی تکلیفوں اور پریشانیوں کے ساتھ ساتھ آپؐ نے کئی جنگوں میں بھی حصہ لیا اور بہادری کے جوہر دکھائے۔

ہمارے نبی ﷺ اعلانِ نبوت کے بعد تیئیس برس زندہ رہے۔ قوموں کی زندگی سدھارنے کے لیے یہ مدت بہت تھوڑی ہے۔ لیکن اللہ کی قدرت اور آپؐ کی ہمت و محنت سے اس عرصے میں عرب سے وہ تمام بری رسمیں جو سینکڑوں برسوں سے چلی آ رہی تھیں مٹ گئیں اور سارے عرب نے بتوں کی پوجا چھوڑ کر سچے خدا کے سامنے سر جھکا دیا۔

رسولِ خدا دنیا میں اپنا کام پورا کر چکے تو خدا کا بلاوا آ گیا۔ ہجرت کے گیارہویں سال صفر کے مہینے میں آپؐ کو بخار ہوا۔ مسجد نبوی کے پاس ام المومنین حضرت عائشہؓ کا حجرہ تھا۔ بیماری کے زمانے میں آپ حضورؐ وہیں رہے اور وہیں وفات پائی۔

وفات کے وقت آپ کی عمر تریسٹھ (63) برس تھی۔ آپؐ کو اسی حجرے میں دفن کیا گیا۔ اب اسے ہی روضہ رسولؐ کہتے ہیں۔ آپؐ پر اللہ کی بے شمار رحمتیں نازل ہوں۔

آپؐ پر لاکھوں درود ہوں
آپؐ پر لاکھوں سلام ہوں

حیاتِ مقدس صلی اللہ علیہ وسلم ایک نظر میں

سید محمد جاوید امتیازی

ولادت با سعادت:

12 ربیع الاول بروز پیر۔ .... بعد صبح صادق، قبل طلوع آفتاب

بمطابق 19 اپریل 571ء مقام ولادت: مکہ مکرمہ۔

ولادت سے غارِ حرا تک

☆ 12 ربیع الاول (19 اپریل 571ء)	ظہور قدسی دنیا میں تشریف آوری
☆ تقریباً ایک ہفتہ بعد	حلیمہ سعدیہؓ کی آغوش میں
☆ عمر مبارک پانچ سال	والدہ ماجدہ حضرت آمنہؓ کے پاس
☆ عمر مبارک چھ سال	والدہ ماجدہ کا انتقال
☆ عمر مبارک آٹھ سال	دادا، حضرت عبدالمطلب کی وفات
☆ عمر مبارک بارہ سال	شام کا پہلا تجارتی سفر
☆ عمر مبارک 25 سال	حضرت خدیجہؓ سے نکاح
☆ عمر مبارک 35 سال	خانہ کعبہ کی تعمیر نو میں آپؐ نے حجر اسود کے مسئلے پر عرب قبیلوں کے اختلاف کا تاریخی فیصلہ فرمایا۔ حضرت علیؓ کی کفالت
☆ عمر مبارک 37 سال	آپؐ زیادہ وقت غار حرا میں غور و فکر اور عبادت میں گزارنے لگے۔
☆ 40 سال کی عمر میں	نزولِ وحی کا آغاز

بعثت و نبوت

☆ عمر مبارک کے چالیسویں سال کے پہلے دن اللہ تعالیٰ کی طرف سے بذریعہ وحی آپ کو غار حرا میں نبوت و رسالت کی بشارت دی گئی۔ ام المومنین حضرت خدیجہؓ حضرت ابوبکر صدیقؓ حضرت علیؓ اور حضرت زیدؓ آنحضور ﷺ پر ایمان لائے اور اسلام قبول کیا۔

☆ 3 نبوی عمر مبارک 43 سال چالیس مرد و خواتین نے اسلام قبول کیا۔

☆ 5 نبوی عمر مبارک 45 سال صحابہؓ کو حبشہ کی طرف ہجرت کی اجازت

☆ 6 نبوی عمر مبارک 46 سال حضرت حمزہؓ اور حضرت عمرؓ کا قبولِ اسلام

☆ 7 نبوی عمر مبارک 47 سال کفار مکہ کی طرف سے بائیکاٹ اور آپؐ کے اہل خاندان کا شعب ابی طالب میں محصور ہونا۔

☆ 10 نبوی عمر مبارک 50 سال بائیکاٹ کا خاتمہ۔ پیارے چچا حضرت ابو طالب کا انتقال۔ حضرت خدیجہؓ کی وفات۔ تبلیغ اسلام کے لیے آپ کا سفر طائف۔ معراج کا واقعہ

☆ 11 نبوی عمر مبارک 51 سال مدینے کے 6 آدمیوں کا قبولِ اسلام

☆ 12 نبوی عمر مبارک 52 سال مدینے کے 12 آدمیوں نے اسلام قبول کیا۔

☆ 13 نبوی عمر مبارک 53 سال مدینے کے 72 افراد مشرف بااسلام ہوئے۔

اولادِ نبی ﷺ

فرزندانِ نبیؐ: 1۔ حضرت قاسمؓ 2۔ حضرت عبداللہؓ
(ان کا لقب طیب اور طاہر تھا) 3۔ حضرت ابراہیمؓ

آنحضورؐ کی بیٹیاں: 1۔ حضرت زینبؓ (ان کے شوہر ابوالعاصؓ بن ربیع تھے) 2۔ حضرت رقیہؓ ۔3۔ حضرت اُم کلثومؓ (ان دونوں کے شوہر حضرت عثمانؓ تھے۔ حضرت رقیہؓ کے انتقال کے بعد حضرت اُم کلثومؓ سے نکاح ہوا)۔
4۔ حضرت فاطمہؓ (ان کے شوہر حضرت علی المرتضیٰؓ تھے)

ہجرت سے رحلت تک

☆ 53 سال کی عمر میں 27 صفر 13 نبوی شب جمعہ کو آنحضور ﷺ حضرت ابوبکر صدیقؓ کے ہمراہ مکہ سے مدینہ ہجرت کے لیے روانہ ہوئے۔

☆ 1ھ عمر مبارک 54 سال مدینہ منورہ کا نظم و نسق
☆ 2ھ عمر مبارک 55 سال جنگِ بدر (کفر و اسلام کی پہلی دو بدو لڑائی)
☆ 3ھ عمر مبارک 56 سال جنگِ احد
☆ 5ھ عمر مبارک 58 سال کفار کا تیسرا حملہ: جنگِ خندق
☆ 6ھ عمر مبارک 59 سال صلح حدیبیہ
☆ 7ھ عمر مبارک 60 سال بادشاہوں کو دعوتِ اسلام۔ فتح خیبر
☆ 8ھ عمر مبارک 61 سال فتح مکہ۔
☆ 9ھ عمر مبارک 62 سال واقعہ تبوک۔ مسلمانوں نے حج ادا کیا
☆ 10ھ عمر مبارک 63 سال حجۃ الوداع اور آخری خطبہ
☆ 11ھ 63 سال کی عمر میں علالت و رحلت

آنحضور ﷺ کے چچا

1۔ حضرت حمزہؓ 2۔ حضرت عباسؓ 3۔ حضرت ابو طالب
4۔ ابولہب 5۔ زبیر 6۔ مقوم 7۔ ضرار 8۔ مغیرہ 9۔ حارث

حضرت حمزہؓ اور حضرت عباسؓ نے باقاعدہ اسلام قبول کیا تھا۔ آنحضور ﷺ کی پرورش کفالت اور ہمدردی و حمایت کے سلسلے میں حضرت ابو طالب کی خدمات بھی نہایت قابلِ قدر اور لائقِ صد تحسین ہیں۔

پیارے نبیؐ کی پھوپھیاں

آپ کی چھ پھوپھیاں تھیں: 1۔ حضرت صفیہؓ: انہوں نے اسلام قبول کیا تھا۔ یہ بہت بہادر اور حوصلہ مند خاتون تھیں۔ ان کے فرزند حضرت زبیرؓ حضرت خدیجہؓ کے بھتیجے اور حضرت ابوبکر صدیقؓ کے داماد تھے۔
2۔ اُم حکیم البیضاء (یہ حضرت عثمان غنیؓ کی نانی تھیں)۔ 3۔ اروی۔ 4۔ عاتکہ۔
5۔ برہ۔ 6۔ امیمہ۔ بعض حضرات کا خیال ہے کہ حضرت اروی اور عاتکہ نے بھی اسلام قبول کر لیا تھا۔

مدتِ قیام

عالمِ دنیا میں ولادت باسعادت سے لے کر یومِ وفات تک پیارے نبی ﷺ نے 63 سال 4 دن (یا 22330 دن 6 گھنٹے) قیام فرمایا اور 12 ربیع الاول 11ھ بروز پیر سفرِ آخرت اختیار کیا اور حجرہ حضرت عائشہ صدیقہؓ میں مدفون ہوئے۔

☆ ☆ ☆ ☆ ☆ ☆

قیام مکہ: 53 سال قیام مدینہ:
عالمِ دنیا میں دس سال اور گنبدِ خضریٰ میں آج تک رونق افروز ہیں۔

مدت تبلیغ اسلام: آٹھ ہزار ایک سو چھپن (8156) دن۔

عظیم سعادت

شافیہ مختار

خواب کیا تھا ایک طرح کا پیغام تھا جس نے نورالدین کی آنکھیں کھول دیں۔ آج اسے خواب دیکھتے ہوئے تیسری شب تھی، جس میں حضور ﷺ نے فرمایا تھا: "نور الدین! یہ دو یہودی ہمیں تنگ کر رہے ہیں ان کو جہنم واصل کرو"۔

دونوں یہودیوں کی شکلیں اس کے ذہن میں نقش ہو کر رہ گئیں۔ اپنے آقا کا فرمان اُسے چین نہ لینے دے رہا تھا۔ صبح ہوتے ہی اس نے اپنے خاص دستے کو تیاری کا حکم دیا اور مدینہ منورہ کی طرف روانہ ہو گیا۔ روضہ رسولؐ پر پہنچ کر اس نے حاضری دی پھر جس کام کے لیے آیا تھا اس کی طرف متوجہ ہوا۔ اس نے اپنے اونٹوں پر بہت مال و متاع لدوایا ہوا تھا۔ چنانچہ یہاں پہنچتے ہی منادی کرادی گئی کہ بادشاہ زیارت کے لیے تشریف لائے ہیں۔ اہل مدینہ پر بخشش اور اموال بھی تقسیم ہوں گے۔ چنانچہ اس سلسلے میں ایک بہت بڑی دعوت کا انتظام کیا گیا جس میں مدینہ کے تمام لوگوں کو مدعو کیا گیا۔ بادشاہ مال و دولت کی تقسیم کرتے وقت ہر ایک کو گہری نگاہ سے دیکھتا رہا مگر وہ لوگ جو خواب میں دکھائی دیئے تھے نظر نہ آئے۔ بادشاہ نے شہر کے ناظم سے پوچھا:

کوئی آدمی دعوت میں آنے سے رہ تو نہیں گیا؟

ناظم نے عرض کیا:

"صرف دو نو مسلم نوجوان باقی ہیں عالی جاہ"

نورالدین کی تیوری چڑھ گئی:

وہ کیوں نہیں آئے؟

ناظم لرز گیا' عرض کرنے لگا:

"حضور! وہ دونوں عبادت گزار اور بے حد متقی ہیں۔ دن رات عبادت الٰہی میں مصروف رہتے ہیں اور کسی سے ملتے جلتے بھی نہیں۔ اب بھی وہ روضہ نبویؐ میں موجود نفلی عبادات میں مشغول ہیں۔ وہ ضروری کام کے علاوہ باہر نہیں نکلتے اور......"

"کیا وہ دن رات اندر رہتے ہیں؟" نورالدین نے بات کاٹ کر پوچھا۔ "یہ بات نہیں عالی جاہ!" ناظم نے عرض کیا۔

"وہ دونوں دن رات میں دو مرتبہ صبح و شام باہر آتے ہیں اور ضروری کام سے فارغ ہو کر دوبارہ اندر چلے جاتے ہیں"۔

"بہت نیک نوجوان لگتے ہیں!" نورالدین زنگی کا لہجہ بے حد عجیب تھا۔

"جی" ناظم خوش ہو کر بولا: "میں نے عرض کیا ناں وہ دونوں......"

"ابھی اور اسی وقت" نورالدین شیر کی طرح گرجا: "ان دونوں کو حاضر کرو"۔

"جی عالی جاہ!" ناظم کی سٹی گم ہو گئی۔ لمحوں میں دونوں نو مسلم نوجوانوں کو جس حال میں تھے اسی حال میں نورالدین کے سامنے لا کھڑا کر دیا گیا۔ نورالدین کے چہرے پر جذبات کا دبیز پردہ سا چھاتا چلا گیا۔ درباری جاننے سے قاصر تھے کہ بہادر اور دین دار بادشاہ کیا سوچ رہا ہے؟ اس کی عقابی نظریں دونوں نو مسلم نوجوانوں

پر جمی ہوئی تھیں۔ دونوں نو عمر تھے' داڑھی کے ہلکے ہلکے بال نظر آرہے تھے مونچھیں صاف تھیں' سفید لباس' سر پر عمامہ اور گلے میں ایک ایک تھیلا۔ وہ بے حد معصوم اور پاک باز دکھائی دیتے تھے۔

مگر...... نورالدین کے دل میں تو کھلبلی مچی ہوئی تھی۔ یہی دونوں تو تھے جن کی صورتیں اسے خواب میں دکھائی گئی تھیں۔

"تو تم دونوں مسلمان ہو!" نورالدین نے سر جھکائے کھڑے دونوں نوجوانوں کو غور سے دیکھ کر پوچھا۔ دونوں نے چونک کر سر اٹھایا' ایک دوسرے کی طرف دیکھا اور دونوں کے منہ سے نکلا:

"الحمد للہ!"

"کتنے عرصے سے یہاں ہو؟" بادشاہ نے کڑک کر پوچھا۔

"جی تقریباً تین ماہ سے"

"دونوں اکٹھے آئے تھے یہاں؟"

"جی ہاں! ہم دونوں بچپن کے دوست ہیں۔ دونوں اکٹھے یہاں آئے تھے"۔

"اور میں تم دونوں کو اکٹھے ہی جہنم واصل کروں گا" نورالدین غصے میں گرجتے ہوئے اٹھ کھڑا ہوا۔

لوگوں کے منہ کھلے کے کھلے رہ گئے۔ ان نوجوانوں کے چہرے گھبراہٹ میں زرد پڑ گئے۔

"مگر...... مگر ہمارا قصور؟" وہ ہکلا کر بولے۔

ابھی معلوم ہوا جاتا ہے۔ نورالدین نے سرد لہجے میں کہا: "گرفتار کر لو ان دونوں کو" اس نے اپنے دستے کو حکم دیا۔ دوسرے ہی لمحے ان کو زنجیریں پہنا دی گئیں۔

"ناظم شہر!" نورالدین نے پکارا اور ناظم آگے چلا آیا۔

"حکم عالی وقار!" اس کا دل زور زور سے دھڑک رہا تھا۔

"ان کے حجرے کی ابھی تلاشی لو!"

"جو حکم!"

ناظم فوجیوں کے ساتھ ان دونوں کے حجرے میں پہنچا اور تلاشی شروع کر دی۔ تھوڑی ہی دیر کے بعد حجرے کے فرش سے ایک خفیہ سرنگ برآمد کر لی گئی جو روضہ نبویؐ کے اندر جا رہی تھی۔ اب دونوں کے پاس کوئی بہانہ نہ تھا۔ انہوں نے اپنے جرم کا اعتراف کر لیا۔ نورالدین نے ان سے سختی کے ساتھ تفتیش کی تو انہوں نے اقرار کیا کہ:

"ہم دونوں نصرانی یہودی ہیں۔ ہم نبیؐ کے جسد اطہر کو چرا کر اپنے وطن لے جانے کے منصوبے پر کام کر رہے تھے۔ ہمارے بادشاہوں نے ہمیں بہت مال و دولت دیا اور جسدِ مبارکؐ کو ان تک پہنچانے کے بعد اور بھی مال دینے کا وعدہ کیا جس کی وجہ سے ہم اس کام کو کر رہے تھے"۔

"سرنگ سے نکلنے والی مٹی تم کہاں پھینکتے تھے؟" نورالدین نے دریافت کیا۔

"یہ جو ایک ایک تھیلا ہم نے اپنے گلے میں ڈال رکھا ہے مٹی ہم ان تھیلوں میں بھر کر لے جاتے تھے اور صبح و شام پاخانے' پیشاب کے بہانے باہر نکلتے تھے اور جنت البقیع (قدیم اسلامی قبرستان جو شہر مدینہ کے مشرق میں واقع ہے۔ یہاں ہزاروں صحابہ کرامؓ دفن ہیں) میں ڈال آیا کرتے تھے۔

"تو یہ منصوبہ تھا تمہارا؟" نورالدین کا چہرہ نفرت سے دہک اٹھا: "جسے تم عبادت و ریاضت کی آڑ میں پورا کر رہے تھے"۔ مجرموں نے سر جھکا لیے۔

"تم دونوں کے لیے ایک ہی حکم ہے"۔ نورالدین نے تلوار کھینچ لی۔

اور یہ حکم اس دربار سے جاری ہوا ہے جہاں سے آنے والی کوئی بھی صدا ہمارے لیے ایمان کا درجہ رکھتی ہے"۔

اس نے ایک ہی وار میں دونوں کے سر اڑا دیئے۔ پھر تلوار کو نیام میں ڈالا اور اشک بھری آنکھوں سے آسمان کی طرف دیکھ کر کہا:

"یا اللہ! اگر اس حکم کی تعمیل میں مجھ سے کوئی کوتاہی ہو گئی ہو تو مجھے معاف کرنا"۔

پھر نورالدین زنگی کے حکم پر نبی کریم ﷺ کے روضہ اطہر کے گرد ایک گہری خندق چاروں طرف سے کھدوائی گئی اور پھر اس میں سیسہ' پگھلا ہوا تانبا اور دوسری دھاتیں بھروا دی گئیں حفاظت کا یہ مستقل انتظام آج تک قائم ہے۔ نورالدین اپنے اس کارنامے پر زندگی بھر فخر کرتا رہا کہ نبی اقدس ﷺ نے اُسے اپنے کسی کام کے قابل سمجھا۔

☆☆☆

جدید اولمپک مقابلے کھیلوں کی دنیا میں ایک عالمگیر تحریک سمجھے جاتے ہیں جن میں دنیا بھر کے کسرتی اور مستعد خواتین و مرد کھلاڑی رنگ و نسل سے بالاتر ہو کر مختلف کھیلوں میں حصہ لیتے ہیں اور اس طور دنیا کو امن و سلامتی کا پیغام پہنچاتے ہیں۔ بالکل اسی طرز پر سیف گیمز کے مقابلوں میں جنوب مشرقی ایشیاء کے آٹھ ممالک کے کھلاڑی بشمول پاکستان' بھارت' بنگلہ دیش' سری لنکا' مالدیپ' بھوٹان' نیپال اور افغانستان باہمی رواداری اور بھائی چارے کے لیے ایک جگہ اکٹھے ہو کر مختلف کھیلوں میں حصہ لیتے ہیں۔ ان کھیلوں کا بنیادی مقصد بھی یہی ہے کہ جنوب مشرقی ایشیاء کے نسبتاً غریب' کم ترقی یافتہ اور گنجان آبادی والے خطے میں دوستی اور بھائی چارے کی فضا قائم ہو' یہاں صحت مند ماحول میں خوشحالی کے مزید امکانات اجاگر ہوں اور نتیجتاً غریب عوام کو معاشرتی امن و سکون میسر آئے۔

گزشتہ ماہ سیف گیمز کے یہ نویں مقابلے پاکستان کے دارالحکومت اسلام آباد کے جناح سپورٹس کمپلیکس میں 29 مارچ سے 7 اپریل تک پوری آب و تاب اور انتہائی شاندار اور منظم طریقے سے منعقد ہوئے جس سے تمام دنیا میں پاکستان کے وقار میں بے حد اضافہ ہوا اور اس بات کو بھی تقویت ملی کہ پاکستان ایک پر امن اور ذمہ دار ملک ہے اور یہاں کھیلوں کے بہترین انعقاد کے لیے خوشگوار ماحول اور فضا پائی جاتی ہے۔ یہ کھیل بلاشبہ امن' دوستی اور باہمی اخوت کا پیغام اور ذریعہ ثابت ہوئے۔ خصوصاً ان مقابلوں میں پاکستانی کھلاڑیوں کی اعلیٰ کارکردگی سے قوم کا سر فخر سے بلند ہوا۔

ساؤتھ ایشین فیڈریشن گیمز علاقائی طرز کے ایک منی اولمپک مقابلے ہیں۔ اولین گیمز 1984ء میں نیپال میں منعقد ہوئیں۔ دوسرے مقابلے 1985ء میں ڈھاکہ بنگلہ دیش میں منعقد ہوئے اور تیسرے بھارت کے شہر کلکتہ میں 1987ء میں کھیلے گئے۔ 1989ء میں یہ مقابلے پاکستان اسلام آباد میں منعقد ہوئے پھر 1991ء میں کولمبو سری لنکا میں ان کا انعقاد ہوا اور پھر دوبارہ یہ کھیل ڈھاکہ بنگلہ دیش میں 1993ء میں کھیلے گئے۔ 1995ء میں ان کا انعقاد بھارت کے شہر مدراس (موجودہ نام "چنائی") میں ہوا اور پھر آٹھویں گیمز 1999ء میں کھٹمنڈو نیپال میں کھیلی گئیں۔ اس کے بعد 2001ء میں نویں مقابلوں کا انعقاد اسلام آباد پاکستان میں ہونا تھا لیکن 11 ستمبر 2001ء کے عالمی حادثے کے بعد یہ کھیل موسم بہار 2002ء تک ملتوی کر دیئے گئے۔ اس کے بعد پھر یہ مقابلے ملتوی ہو کر مارچ' اپریل 2003ء کے لیے ترتیب دیئے گئے لیکن اس بار بھارت نے عدم شرکت کا اعلان کر دیا جس کی وجہ سے ان کھیلوں کو غیر معینہ مدت کے لیے ملتوی کر دیا گیا۔ غالباً اس کی وجہ عراق پر امریکی حملے تھے جس کی آڑ میں بھارت نے حفاظت اور سلامتی کا بہانہ بنا کر ان کھیلوں میں حصہ لینے سے انکار کر دیا۔ گو یہ مقابلے بھارت کی شرکت کے بغیر بھی منعقد ہو سکتے تھے لیکن پاکستان نے سارک کے تمام ممالک کی شرکت کے بغیر کھیلوں کے انعقاد سے معذرت ظاہر کی' اس لیے بھی کہ سارک کے بنیادی مقصد یعنی اتحاد اور یگانگت کی فضا کو ٹھیس نہ پہنچے۔

چونکہ اگلے مقابلے 2003ء میں کولمبو سری لنکا میں منعقد ہونے تھے لیکن برادر ملک سری لنکا نے دوستی اور رواداری کا ثبوت دیتے ہوئے پاکستان میں ان کھیلوں کے انعقاد کی اجازت دے دی تاکہ پاکستان باربار التوا سے پیدا ہونے والے خسارے کو پورا کرسکے۔ سارک ممالک میں باہمی یگانگت اور رواداری کی یہ بہترین مثال ہے۔

سیف گیمز کے یہ مقابلے 29 مارچ 2004ء کو ایک عظیم الشان تقریب کے ساتھ شروع ہوئے۔ صدر پاکستان نے باقاعدہ افتتاح کیا۔ رنگارنگ افتتاحی تقریب کے موقع پر پاکستان میں پہلی دفعہ اولمپک طرز پر 45000 شائقین کے سامنے پاکستانی ثقافتی شو پیش کیا گیا۔ اس عظیم الشان شو کو دنیا بھر میں ٹیلی ویژن نے براہ راست دکھایا جس کی بدولت تمام دنیا کو یہ تاثر ملا کہ پاکستان کے عوام امن پسند اور جسمانی اور کسرتی کھیلوں کے رسیا ہیں۔ افتتاحی تقریب کے موقع پر رنگارنگ پروگرام کے علاوہ اولمپک طرز پر شمع روشن کی گئی جس کو پاکستان کے مایہ ناز کھلاڑی جہانگیر خان نے روشن کیا۔ ان کی معاونت تین دوسرے کھلاڑیوں مرزا خان' شبانہ اختر اور عبدالصمد میر نے کی۔ سیف گیمز کے مقابلے 15 مختلف ایونٹس پر مشتمل تھے ان میں آٹھ ممالک کے 1865 اتھلیٹ خواتین اور مردوں نے مختلف تمغوں کے حصول کے لیے سخت محنت سے حصہ لیا۔ پاکستان بھارت اور سری لنکا نے تمام 15 (EVENTS) مقابلوں میں حصہ لیا۔ جبکہ نیپال نے 14' بنگلہ دیش نے 13' افغانستان نے 10' بھوٹان نے 6 اور مالدیپ نے 4 مقابلوں میں حصہ لیا۔ اس دفعہ پہلی مرتبہ پاکستانی خواتین نے ملک کی بھرپور نمائندگی کی اور اتھلیٹکس' بیڈمنٹن' شوٹنگ' سوئمنگ' اسکوائش' ٹیبل ٹینس اور تائی کوانڈو میں حصہ لیا جو یقیناً روشن مستقبل کی آئینہ دار ہے اور اس بات کا ثبوت بھی کہ پاکستانی عورت کھیل کے میدان میں بھی کسی دوسرے ملک کی عورت سے پیچھے نہیں۔

مقابلوں کے اختتامی نتائج کے مطابق بھارت تمغوں کی دوڑ میں سرفہرست رہا۔ دوسری پوزیشن پاکستان کے حصے میں آئی جو ایک حوصلہ افزا کوشش ہے۔ اس لیے کہ پاکستان گزشتہ گیمز منعقدہ کھٹمنڈو نیپال میں چوتھی پوزیشن پر تھا اور نیپال دوسرے نمبر پر رہا تھا۔ بھارت نے پہلی پوزیشن حاصل کرتے ہوئے 101 سونے کے' 59 چاندی کے اور 31 کانسی کے تمغے حاصل کیے۔ اس کی ایک وجہ یہ بھی ہے کہ بھارت کا دستہ 355 کھلاڑیوں پر مشتمل تھا۔ پاکستان نے 42 سونے کے' 55 چاندی کے اور 50 کانسی کے تمغے جیتے۔ اس طرح پاکستان مجموعی طور پر 147 تمغوں کے ساتھ دوسرے نمبر پر رہا۔ تیسرے نمبر پر سری لنکا آیا جس نے 104 تمغے جیتے جن میں سونے کے 15' چاندی کے 33 اور کانسی کے 56 تمغے ہیں۔

سیف گیمز بالآخر اپنی پوری آب و تاب' سنسنی خیزیوں اور دلچسپیوں کے ساتھ 7 اپریل 2004ء کو اختتام پذیر ہوئیں۔ اختتامی تقریب میں وزیراعظم پاکستان نے بطور مہمان خصوصی شرکت کی۔ دس روز تک مسلسل روشن رہنے والی شمع کو بجھا دیا گیا اور کھیلوں کا خصوصی پرچم آئندہ گیمز کے میزبان سری لنکا کے حوالے کر دیا گیا۔ اختتامی تقریب میں 150 منٹ کا SKY SHOW (آتش بازی) پیش کیا گیا اور 45000 شائقین کی گنجائش والے سٹیڈیم میں ہائی انرجی موسیقی شو کے علاوہ لیزر لائٹ کا بھی ایک منفرد شو پیش کیا گیا جسے عوام نے بے حد پسند کیا۔ پاکستان کی ثقافتی تاریخ میں یہ ایک کامیاب شو تھا۔ دنیا بھر میں اسے دیکھا اور پسند کیا گیا' خاص طور پر CALISTHENICS شو جس میں چین اور کوریا کو گرو مانا جاتا ہے' پاکستان نے یہ شو نہایت کامیابی کے ساتھ منعقد کر کے اولین صف میں اپنا مقام بنالیا۔

ہم سب بہن بھائی ہر ماہ تعلیم و تربیت بڑے شوق سے پڑھتے ہیں۔ سب کہانیاں اچھی لگتی ہیں۔ لطائف اور کارٹون کہانی کی تو بات ہی کچھ اور ہے۔ اللہ "تعلیم و تربیت" کو دن دگنی اور رات چوگنی ترقی عطا فرمائے۔ آمین۔

(اسد علی پشاور' شہر)

اشک ندامت' سرخ دائرہ' گولڈ میڈل اور راجو کی سرگزشت بہت پسند آئی۔ باقی تمام رسالہ بہت اچھا تھا۔ میں نے سنا تھا کہ آپ نئے لکھنے والوں کی حوصلہ افزائی کرتے ہیں۔ یہ بات میں تب مانوں گا جب آپ میرا یہ خط شائع کریں گے۔ میں "تعلیم و تربیت" کے لیے دعا گو ہوں کہ وہ یونہی ترقی کی منزلیں طے کرتا رہے (آمین) (جمیل احمد' راولپنڈی)

میں عرصہ دو سال سے "تعلیم و تربیت" پڑھ رہا ہوں۔ تصویر بھی بھیجی تھی اور کئی خطوط بھی لیکن شاید آپ کی ردی کی ٹوکری کو پسند آ گئے۔ اس دفعہ اس یقین سے خط لکھ رہا ہوں کہ ضرور شائع ہو گا۔ اپریل کا "تعلیم و تربیت" نہایت اچھے انداز میں ملا۔ تمام کہانیاں اچھی تھیں۔ بڑی اُمید سے خط لکھ رہا ہوں ضرور شائع کیجئے گا۔ (احسان اللہ نسیم' اڈہ پابڑیانوالی)

☆ لیجئے آپ کا خط شائع ہو گیا۔ ردی کی ٹوکری تو بے چاری خواہ مخواہ بدنام ہے' پرچہ پسند آنے کا بے حد شکریہ۔

"تعلیم و تربیت" کے تمام سلسلے ہمیں بے حد پسند ہیں۔ مجھے اس کے بارے میں اپنی ایک سہیلی سے پتا چلا۔ اس کے بعد میں نے یہ ماہنامہ باقاعدگی سے پڑھنا شروع کر دیا۔ اپریل کا پرچہ ہمیں مارچ کے آخر میں ہی مل گیا۔ تمام کہانیاں پڑھ کر بہت خوش ہوئی۔ اشک ندامت کہانی بہت ہی اچھی ہے۔ اس سے یہ سبق ملتا ہے کہ ہمیں اپنے بڑوں کی بات ماننی چاہیے' کبھی کسی کو اپنے سے چھوٹا نہیں سمجھنا چاہیے۔ امیر غریب میں کوئی فرق نہیں۔ اس کے علاوہ سرخ دائرہ' کارٹون کہانی' گولڈ میڈل اور صحت کی حفاظت بھی اچھی ہیں۔ انکل! میں پہلی مرتبہ خط لکھ رہی ہوں۔ میری حوصلہ افزائی ضرور کیجئے گا ورنہ میں ناراض ہو جاؤں گی۔ (نیلم رفیق' فیصل آباد)

☆ بھئی اچھے بچے ناراض نہیں ہوتے! لیجئے آپ کا خط شائع ہو گیا' اب جلدی سے خوش ہو جایئے!

میرا "تعلیم و تربیت" میں یہ پہلا خط ہے۔ پلیز ردی کی ٹوکری کی نذر نہ کیجئے گا۔ میں نے اس کا صرف مارچ کا شمارہ پڑھا اور اس قدر پسند آیا کہ اپریل کا بھی منگوا لیا۔ میں میٹرک کی طالبہ ہوں اور آپ کو تو پتا ہے کہ میرا سال کتنا قیمتی ہے۔ میں وقت نکال کر آپ کو خط لکھ رہی ہوں۔ (عائشہ نواز' بہاولپور)

آپ کی ردی کی ٹوکری معلوم نہیں کتنے خط ہڑپ کر جاتی ہے۔ اس ٹوکری نے میرے خطوط پر بھی ترس نہ کھایا اور شاید یہ خط بھی اسی ٹوکری کے پیٹ میں جائے گا جہاں کئی اور خط بھی موجود ہوں گے۔ مگر ہم ہمت نہیں ہاریں گے۔ امید ہے سب گلے شکوے دور ہو جائیں گے۔ اس بار بھی ہمیشہ کی طرح تمام کہانیاں بہترین سے بھی بہترین تھیں تاہم سب سے اچھی سرخ دائرہ' کالا بھوت' گولڈ میڈل تھیں۔ علامہ اقبالؒ کے بارے میں مزید جان کر خوشی ہوئی اور راولپنڈی ایکسپریس کے بارے میں پڑھ کر مزہ آ گیا۔ کمپیوٹر کے بارے میں بھی مزید باتیں معلوم ہوئیں۔ (محمد عثمان عابد' کراچی)

☆ آپ کا "چٹ پٹا" سا خط شائع کر کے ہمیں بے حد خوشی ہوئی۔ رسالہ پسند کرنے کا شکریہ!

"تعلیم و تربیت" میرا پسندیدہ رسالہ ہے۔ میں اس کا مستقل قاری ہوں۔ اس میں "مجرم کون" اور "دماغ لڑاؤ" کے کالم مجھے بہت پسند ہیں اور بچوں کی ذہنی نشوونما کے لئے اور ان کو مفید معلومات کی فراہمی کے لئے یہ رسالہ اہم کردار ادا کر رہا ہے۔ میری ڈھیر ساری دعائیں اور نیک تمنائیں آپ کے ساتھ ہیں۔ (محمد اشفاق، پشاور)

اپریل کا شمارہ ملا۔ بہت ہی اچھا تھا۔ اس میں سرخ دائرہ سے سچ بولنے کا سبق ملا۔ بلند اقبال سے معلومات میں اضافہ ہوا۔ اشک ندامت پڑھ کر دولت کی ہوس سے دل اچاٹ ہوا' منگلو موبائل چور سلسلہ وار کہانی زبردست تھی اور میری توبہ بھی بہت اچھی تھی۔ راجو کی سرگزشت نمبر ون تھی۔ گولڈ میڈل پڑھ کر خدمت کا جذبہ پیدا ہوا۔ دوسرے سلسلے بھی بہت اچھے ہیں۔

(عارفہ صدیقہ، ڈیرہ اسماعیل خان)

"تعلیم و تربیت" خدا خدا کر کے یکم اپریل کو ملا۔ بہت زیادہ شدت سے انتظار تھا۔ نذیر انبالوی کی کہانی "سرخ دائرہ" نہایت اچھی اور سبق آموز تھی۔ ان کی کہانیوں میں ہمیں حدیث پر عمل کرنے کے لئے کہا جاتا ہے۔ "بلند اقبال" پڑھ کر ہمیں علامہ محمد اقبالؒ کے بارے میں مفید معلومات فراہم ہوئیں۔ "اشک ندامت" پڑھ کر ہم نے معاشرے کی حالت کو دیکھتے ہوئے ندامت سے سر جھکا لیا۔ جنید احمد کی کہانی ہمیشہ شکاریات پر مبنی ہوتی ہے اور اتفاق سے شکاری کہانیاں مجھے بہت زیادہ پسند ہیں' "کالا بھوت" پڑھ کر ہم بہت زیادہ محظوظ ہوئے۔ کھیل اور کھلاڑی پڑھ کر ہمیں باؤلروں پر رشک آیا۔ "کمال باکمال" ایک نہایت منفرد مضمون ہے۔ ایسے مشہور لوگوں کے بارے میں پڑھ کر ہمارے اندر ان جیسی باکمال شخصیات بننے کا جذبہ بیدار ہوتا ہے۔ "گولڈ میڈل" پڑھ کر طالب علموں کو چاہیے کہ وہ بھی اپنے کمزور ساتھیوں کی مدد کریں۔ شعروں کا سلسلہ نہایت مفید اور فائدہ مند ہے۔ صحراؤں کی سرزمین پڑھ کر دلچسپی مزید بڑھ گئی۔ دنیا میرے آگے پڑھ کر کمپیوٹر لینے کو دل چاہا۔ "پڑھو بھی پڑھاؤ بھی" اچھی نظم تھی۔ "راجو کی سرگزشت" پڑھ کر نہایت مزہ آیا ہے۔ غرض پورا "تعلیم و تربیت" چٹ پٹا اور مزیدار تھا۔ "تعلیم و تربیت" کی سالگرہ مبارک ہو۔ خدا کرے کہ تعلیم و تربیت دن رات ترقی کی راہ پر سرپٹ دوڑتا رہے۔ آمین۔ (اسامہ ضیاء یوسف زئی، پشاور)

☆ بھئی پرچے کی اتنی تعریف سن کر ہم "کپا" بنے جا رہے ہیں۔ اتنا پیارا خط لکھنے کا دلی شکریہ!

راجو کی سرگزشت، سرخ دائرہ، گولڈ میڈل، کالا بھوت بہت ہی اچھی کہانیاں تھیں اور جانور کہانی تو مجھے بہت ہی زیادہ پسند ہے۔ انکل! چچا حیرت بھی ضرور شائع کریں۔ تعلیم و تربیت پاکستان کا ایک ایسا رسالہ ہے جس کی ہر کہانی سے سبق حاصل ہوتا ہے۔ میری دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ "تعلیم و تربیت" کو دن دوگنی اور رات چوگنی ترقی عطا فرمائے۔

(اسماء مومن، مقام نامعلوم)

"تعلیم و تربیت" میرا پسندیدہ رسالہ ہے۔ مجھے اور میرے بہن بھائیوں کو بہت پسند ہے۔ اس شمارے کی کہانیاں گولڈ میڈل' سرخ دائرہ اشک ندامت' میری توبہ اور کالا بھوت بہت پسند آئیں۔ اگر آپ نے میرا خط شائع نہ کیا تو میں ناراض ہو جاؤں گا۔ (محمد عمر فاروق' ملتان)

☆ ایڈیٹر انکل کی یہ بات ضرور یاد رکھیں کہ اچھے بچے کبھی ناراض نہیں ہوتے!

انکل یہ ہمارا پہلا خط ہے' بالکل پہلا۔ ہمیں یقین ہے کہ آپ ہمیں مایوس نہیں کریں گے۔ ہم بہت عرصے سے تعلیم و تربیت پڑھ رہے ہیں اور یہ ہمارا پسندیدہ رسالہ ہے۔ اس میں ہر طرح کی اچھی اور معلوماتی کہانیاں ہوتی ہیں۔ بلاشبہ ہمارا تعلیم و تربیت سب سے اچھا ہے۔ (محمد حسن' مریم صدیق' راولپنڈی)

اس دفعہ کا تعلیم و تربیت بہت ہی زیادہ پسند آیا۔ کہانیوں میں کالا بھوت سرخ دائرہ اور کاسو اینڈ کمپنی بہت پسند آئیں۔ (شیر افگن' وزیر آباد)

اپریل کا خوبصورت شمارہ ملا۔ سب کہانیاں بہت پسند آئیں۔ تاہم اشک ندامت' کالا بھوت اور گولڈ میڈل سب سے زیادہ پسند آئیں۔

(محمد نعمان ہاشمی اوکاڑہ)

اس دفعہ تمام کہانیاں اچھی تھیں۔ راجو کی سرگزشت نہایت اچھی جا رہی ہے۔ اس دفعہ سرخ دائرہ' گولڈ میڈل' اشک ندامت بھی بہت اچھی کہانیاں تھیں۔ اگر آپ نے میرا خط شائع نہیں کیا تو میری ساری اُمیدوں پر پانی پھر جائے گا اور دل کرچی کرچی ہو جائے گا۔ امید ہے آپ میری اور تعلیم و تربیت کی دوستی کو نظر انداز نہیں کریں گے۔ (افق تسنیم' اسلام آباد)

پہلی بار "تعلیم و تربیت" پڑھا اس کے تمام سلسلے بہت اچھے ہیں۔ مجھے "میرے پسندیدہ اشعار" اور "بلند اقبال" بہت پسند آئے۔ پہلی بار خط لکھ رہا ہوں اگر آپ نے میری حوصلہ افزائی کی تو آئندہ بھی خط لکھتا رہوں گا۔

(محمد صفدر طاہر' سرگودھا)

حیران کُن

سید شوکت اعجاز

شتر مرغ کا انڈا!

صبح سکول جانے سے پہلے ناشتے میں آپ ابلا ہوا انڈا تو ضرور کھاتے ہوں گے کیونکہ یہ بہت کم وقت میں ابالا جاسکتا ہے لیکن اگر آپ کو شتر مرغ کا انڈا ابال کر کھانا پڑے تو سکول لیٹ پہنچنے پر آپ کو ڈانٹ ضرور پڑے گی اس لیے کہ شتر مرغ کا انڈا ابالنے کے لیے چالیس سے پینتالیس منٹ درکار ہوتے ہیں۔

کوہ پیمائی کا جنون!

یورپ کے ملک آسٹریا کے باشندوں کو کوہ پیمائی کا جنون کی حد تک شوق ہے۔ ایسے ہی ایک جنونی تھامس ماس برجر نے چھ چوٹیاں: ماؤنٹ بلانک 15771 فٹ' ماؤنٹ روزا 15216 فٹ' میٹر ہورن 14780 فٹ' جنگ فرو 13645 فٹ اور میج 13080 فٹ' تن تنہا سر کیں ــــــ جی ہاں! اس حالت میں کہ اس کی ایک ٹانگ لکڑی کی تھی۔

حیران کن عجوبہ!

آج کل ٹیلیفون تقریباً ہر کسی کی جیب میں موجود ہوتا ہے' لیکن آپ یہ جان کر حیران ہوں گے کہ 1878ء میں لندن میں جب اس کی گھریلو سروس کا افتتاح ہوا تو پورے لندن میں یہ صرف دس افراد کے پاس تھا۔ اس وقت یہ ایک عجوبہ تصور کیا جاتا تھا۔

"تاریک" لائٹ ہاؤس!

انگلینڈ میں سطح سمندر سے 417 فٹ بلند ایک ایسا قدیم لائٹ ہاؤس موجود ہے جو اپنی ڈیڑھ سو سالہ تاریخ میں آج تک ایک دفعہ بھی روشن نہیں ہوا۔

آپ بھی لکھیے

تم بہتر ہو

عروج انجم' سیالکوٹ

ایک دفعہ کچھ صحابہ کرامؓ ایک سفر سے واپس لوٹے۔ نبی اکرم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور اس سفر کے حالات سنانے لگے۔ انہوں نے اپنے ایک ساتھی کی بہت تعریف کی۔ اس کے بارے میں بتایا کہ وہ ہر وقت قرآن کریم کی تلاوت کرتے رہتے تھے۔ ہم نے ان جیسا عبادت گزار کسی اور کو نہیں پایا' وہ تو کسی اور کام کی طرف نظر اٹھا کر بھی نہیں دیکھتے تھے۔

نبی اکرم ﷺ نے ان کی بات سن کر پوچھا "تو پھر ان کے سامان کی حفاظت کون کرتا تھا۔ ان کے اونٹ کو چارہ کون ڈالتا تھا' پانی کون پلاتا تھا؟"۔

صحابہؓ نے عرض کیا: "ہم سب ان کا کام کر دیتے تھے"۔

ان کا یہ جواب سن کر رحمت دو عالم ﷺ نے فرمایا:

"پھر تو تم اس سے بہتر ہو"۔

جی ہاں اذکر وعبادت میں اس طرح مشغول ہونا کہ آدمی معاشرتی ذمے داریاں بھی پوری نہ کرے' اسلام میں کوئی پسندیدہ بات نہیں۔ ہمارا دین تو دنیا کی ذمہ داریوں کو بہتر انداز میں پورا کرتے ہوئے اپنی آخرت کو کامیاب بنانے کا سبق دیتا ہے۔ (پہلا انعام: 100 روپے کی کتابیں)

رسول ﷺ کی حفاظت

محمد حسن انصاری' سرگودھا

اروی ام جمیل بنت حرب ابو لہب کی بھینگی بیوی تھی۔ یہ ابوسفیان کی ہمشیرہ تھی۔ رسول اللہ ﷺ کی دشمنی میں آپؐ کے راستوں میں کانٹے بچھا دیا کرتی تھی۔ حضرت ابو بکر صدیقؓ ایک دن رسول اللہ ﷺ کے ساتھ خانہ کعبہ کے پاس بیٹھے ہوئے تھے۔ یکایک اروی ام جمیل آئی۔ اس کے ہاتھ میں ایک نوکدار پتھر تھا جس کو وہ رسول اللہ ﷺ کے سر مبارک پر مارنا چاہتی تھی۔

جب وہ آپ دونوں کے پاس آ کر کھڑی ہوئی تو اللہ تعالیٰ نے اس کی بینائی سلب کر لی۔ وہ صرف حضرت ابو بکر صدیقؓ کو تو دیکھ سکتی تھی مگر رسول اللہ ﷺ اس کو نظر نہیں آ رہے تھے۔

اس نے پوچھا: "اے ابو بکرؓ تمہارا دوست (ﷺ) کہاں ہے؟ مجھے خبر پہنچی ہے کہ وہ ہمارے بتوں کو برا بھلا کہتا ہے اور ہمارے مذہب کی مخالفت کرتا ہے۔ اگر میں اسے پاتی تو اسؐ کے منہ پر یہ پتھر مارتی"۔

آخر جب اس کو رسول اللہ ﷺ نظر نہ آئے تو وہ غصے میں بڑبڑاتی ہوئی لوٹ گئی۔

حضرت ابو بکر صدیقؓ نے رسول اللہ ﷺ سے پوچھا:

"آپؐ کا کیا خیال ہے کیا اس نے آپؐ کو نہیں دیکھا؟"

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

"اس نے مجھے نہیں دیکھا۔ اللہ تعالیٰ نے اس کی بینائی مجھ سے پھیر دی"۔ (دوسرا انعام: 90 روپے کی کتابیں)

حسن سلوک

نوشین جمیل' ملتان

حضرت عبداللہ بن عمرؓ ایک خچر پر سوار سر پر عمامہ باندھے مدینہ سے مکہ جا رہے تھے۔ راستے میں وہ ایک گاؤں سے گزرے۔ ایک دیہاتی نے انہیں دیکھ کر پوچھا "آپؓ حضرت عمر فاروقؓ کے بیٹے ہیں؟ حضرت عبداللہؓ خچر سے نیچے اترے اور فرمایا "جی ہاں! لیکن آپ نے مجھے کیسے پہچانا؟" دیہاتی نے جواب دیا "میں آپؓ کے والد کا دوست ہوں اور ان کی خدمت میں اکثر حاضری دیا کرتا تھا۔ آپؓ کا چہرہ اپنے والد سے بہت ملتا جلتا ہے"۔

حضرت عبداللہ نے فوراً اپنا خچر اور عمامہ دیہاتی کے حوالے کر دیا۔ وہ بیچارہ انکار کرتا رہا لیکن آپ کے بے حد اصرار پر لے لیا۔ آپؓ کے ساتھی نے کہا کہ "اتنا طویل سفر ہے آپؓ نے اپنی حاجت کی بالکل پروا نہ کی"۔ حضرت عبداللہ نے فرمایا "میں نے نبی ﷺ سے سنا

ہے کہ بڑی نیکی یہ ہے کہ والد کی وفات کے بعد اس کے دوستوں سے اچھا سلوک کیا جائے۔" یاد رکھو! ہمیں بھی اپنے والد کے دوستوں اور رشتہ داروں کے ساتھ حسن سلوک کرنا چاہیے۔

(تیسرا انعام: 80 روپے کی کتابیں)

کھانے سے پہلے ہاتھ دھونا

نور الرحمان' لاہور

دین اسلام نے جہاں زندگی گزارنے کے سارے طریقے اور سلیقے ہمیں سکھائے ہیں وہاں کھانے پینے کے آداب کا خاص زور دیا ہے کہ کھانے سے پہلے ہاتھ ضرور دھونے چاہئیں۔ ایک واقعہ اسی بات کی اہمیت کا احساس دلاتا ہے۔ آیئے! ہم آپ کو سناتے ہیں۔

ایک ٹرک ڈرائیور نے کھانا کھانے کے لیے ہوٹل کے قریب اپنا ٹرک کھڑا کیا۔ نیچے اتر کر اس نے ٹرک کے ٹائر چیک کیے اور پھر کھانا کھایا۔ واقعہ یہ ہوا کہ کھانا کھاتے ہی ڈرائیور مر گیا۔ حالانکہ اسی ہوٹل سے اور لوگوں نے بھی کھانا کھایا تھا لیکن انہیں کچھ نہ ہوا۔ بہت سوچ بچار اور تحقیق کے بعد معلوم ہوا کہ اس مرحوم ڈرائیور نے ٹائروں کو چیک کرنے کے لیے ان پر ہاتھ پھیرا تھا۔ وہاں ایک زہریلا سانپ کچلا ہوا تھا جس کا تازہ زہر ٹائر پر لگا ہوا تھا۔ وہی زہر اس کے ہاتھوں پہ لگ گیا اور ہاتھ نہ دھونے کی وجہ سے اس کی موت واقع ہو گئی۔ مجھے اُمید ہے کہ ہم سب کے لیے یہ سچا واقعہ ساری زندگی کی نصیحت کے لیے بہت ہے۔ (چوتھا انعام: 70 روپے کی کتابیں)

محنت میں عظمت ہے

مہک فاطمہ' لاہور

کسی فوج کا ایک جرنیل عام لباس میں فوجیوں کے کیمپ کا معائنہ کر رہا تھا۔ گھوڑے پر سوار' دورے کے دوران اس نے دیکھا کہ چھ سپاہی ایک بھاری درخت کے تنے کو ایک جگہ سے دوسری جگہ منتقل کرنے کی انتھک کوشش میں مصروف ہیں۔ ان کا افسر ایک کیپٹن تھا جو انہیں مسلسل احکامات دے رہا تھا۔ جرنیل نے گھوڑا کیپٹن کے سامنے روکا اور اس سے مخاطب ہوا: "آپ آگے بڑھ کر ان کا ہاتھ کیوں نہیں بٹاتے۔ انہیں آپ کی مدد کی ضرورت ہے"۔ کیپٹن نے تلخی سے جواب دیا: "میں کیوں کروں' کیا تم دیکھ نہیں رہے' میں ان کا کیپٹن ہوں؟" جرنیل نے آہستگی سے کہا "جی اچھا میں معذرت چاہتا ہوں' مجھے علم نہ تھا کہ آپ کا عہدہ اتنا بڑا ہے" یہ کہہ کر جرنیل اپنے گھوڑے سے اترا سپاہیوں کے کام میں شامل ہو گیا۔ کام سے فارغ ہو کر جرنیل نے ہاتھ جھاڑے اور کیپٹن سے مخاطب ہو کر کہا۔ "کیپٹن صاحب اگر آئندہ بھی کبھی ایسے کسی کام میں میری مدد کی ضرورت ہو تو مجھے بلا بھیجئے میں اسی فوج کا جرنیل ہوں"۔ یہ کہہ کہ اس نے گھوڑے کو ایڑھ لگائی اور بے چارے کیپٹن کو معذرت کا موقع بھی نہ مل سکا۔

ساتھیو سستی اور کاہلی ایک ایسا زنگ ہے جو صلاحیتوں اور استعداد کو کھا جاتا ہے اس زنگ کو صرف اور صرف محنت اور جانفشانی سے دور کیا جا سکتا ہے۔ (پانچواں انعام: 60 روپے کی کتابیں)

خالی گملا

عملش غفار' فیصل آباد

کسی ملک میں ایک بادشاہ رہتا تھا۔ اس کی کوئی اولاد نہ تھی۔ اب وہ بڑھاپے کو پہنچ چکا تھا اور ولی عہد کی تلاش میں تھا۔

ایک دن اس نے پورے ملک میں اعلان کرا دیا کہ میں تمام امیدوار لڑکوں کو ایک ایک بیج دوں گا اور جس کا پھول سب سے اچھا ہو گا اسے میں اپنی سلطنت کا بادشاہ بنا دوں گا۔ دراصل بادشاہ کو ایک سچے لڑکے کی ضرورت تھی۔ بادشاہ نے سب کو ایک ایک بیج دیا۔ ادھر فہد بھی اپنے حصے کا بیج لے کر آیا اور اُسے گملے میں لگا دیا۔ وہ ٹھیک دو ماہ اسے پانی دیتا رہا لیکن پھول نہ کھل سکا۔

وقت مقررہ پر تمام لڑکے اپنے اپنے گملے اٹھا کر لے آئے جن میں خوبصورت پھول لگے ہوئے تھے۔ جب فہد کی باری آئی تو بادشاہ نے خالی گملے کے بارے میں پوچھا۔ فہد نے بڑے ادب سے جواب دیا: "بادشاہ سلامت! میں نے اس کا بہت خیال رکھا اور پانی بھی دیتا رہا لیکن اس میں پھول نہیں اگا"۔

بادشاہ نے کہا "آج سے یہ میری سلطنت کا مالک ہے"۔

دراصل بادشاہ نے جو بیج دیے تھے وہ خراب تھے جبکہ باقی سب لڑکے اچھے پھولوں والے گملے بازار سے خرید کر لے آئے تھے۔

(چھٹا انعام: 50 روپے کی کتابیں)

اچانک حسن نے دھاڑ سے پلیٹ اٹھا کر سامنے کی طرف اچھالی جو آگے پڑے قیمتی گلدان سے ٹکرائی' گلدان پٹاخ سے زمین پر گرا اور چٹاخ سے ٹوٹ گیا۔ حسن کا غصہ شاید ابھی اترا نہ تھا۔ اب اس کے ہاتھ میں جگ تھا جسے وہ زمین سے ٹکرانے کے لیے فضا میں ہاتھ لہرانے ہی والا تھا کہ اچانک جگنو بھائی مداخلت کر بیٹھے:

"ارے ارے کیا غضب کرتے ہو۔ اس جگ کو گرانے کا کوئی فائدہ نہیں۔ یہ تو پلاسٹک کا ہے اور اتفاق سے ان بریک ایبل بھی!"۔ ننھی جویریہ نے عینک کو انگلی سے آنکھوں کی طرف دھکیلتے ہوئے کہا۔ "یہ گر کر بھی نہ ٹوٹ سکے گا"۔

"اگر تم ایک سیکنڈ انتظار کرو تو میں دوڑ کر وہ جگ لے آؤں جس کے ٹوٹنے سے بہت زبردست چھناکے دار آواز پیدا ہوتی ہے"۔

"میں انتہائی سنجیدہ ہوں اور تم لوگ میرے ساتھ مذاق کے موڈ میں ہو"۔ حسن نے انہیں چبا جانے والے انداز میں گھورا اور پھر غصے سے پلاسٹک کا وہ جگ بھی اچھال کر پھینک دیا۔ جگ تو نہ ٹوٹ سکا البتہ اس میں موجود پانی بکھر کر غالیچے کو سیراب کر گیا۔

"آخر تم میری بات مان کیوں نہیں لیتے بھائی"۔ جگنو نے جو حسن کے بڑے بھائی تھے بڑے پیار بھرے لہجے میں اسے سمجھانے کی کوشش کی۔

"میں ہر بات کو اچھی طرح سمجھتا ہوں لیکن میرا فیصلہ اٹل ہے"۔ حسن نے نہ ماننے والے انداز میں کہا۔ "میں اپنی بات کو منوا کر دم لوں گا اور بس....."

حسن' جگنو اور جویریہ آپس میں بہن بھائی تھے۔ جگنو ان میں بڑا' جویریہ منجھلی اور حسن سب سے چھوٹا تھا۔ اپنی پیاری پیاری باتوں اور خوش شکل ہونے کے باعث وہ سب کا لاڈلا اور چہیتا تھا۔ گھر کے علاوہ رشتہ داروں' پڑوسیوں اور اسکول میں بھی ہر کوئی اس سے بات کرنا اور اسے پیار کرنا ضروری سمجھتا تھا۔ انہی ساری باتوں نے اسے خود سر اور ضدی بنا دیا تھا۔ ضد اس کی طبیعت کا حصہ بن چکی تھی۔ وہ اپنی جائز ناجائز بات کو منوانے کے لیے ہر وہ طریقہ روا رکھتا جو ہمارے معاشرے میں کبھی بھی اچھی نظروں سے نہیں دیکھا گیا لیکن وہ ضد کر کے خوش ہونا جانتا تھا۔

"ارے بھئی' کیا بات ہے؟ تم دونوں کے منہ کیوں لٹکے ہوئے ہیں؟" ابا جان کمرے میں داخل ہوئے تو انہیں صوفے پر جگنو اور جویریہ منہ لٹکائے ہوئے نظر آئے۔

"لگتا ہے پانی پت کی چوتھی لڑائی ابھی ابھی ہو گزری ہے!" وہ مسکراتے ہوئے بولے۔ "کیا آپس میں لڑائی ہو گئی؟"

"ایسی تو کوئی بات نہیں!" جگنو نے اداس لہجے میں جواب دیا۔

"تو پھر یہ توڑ پھوڑ کیا معنی رکھتی ہے؟"

"وہ آپ کے لاڈلے ہیں ناں......"

"اوہ' اب سمجھا' حسن میاں پھر اپنی کسی بات کو منوانے کے موڈ میں ہیں"۔ وہ بدستور خوشگوار موڈ میں تھے۔ "چلو' پوری کر دیں گے اس کی خواہش' اب تم لوگ تو اپنا منہ مت لٹکاؤ"۔

"حسن بھائی کو تو دیکھیں وہ تو منہ پھلائے بیٹھے ہیں"۔ جویریہ نے جواباً کہا۔

"یعنی ایک طرف منہ لٹکا ہوا ہے تو دوسری جانب منہ پھولا ہوا ہے۔ واہ بھئی واہ"۔ وہ مسرور ہوتے ہوئے جھولے"۔ یہ ہیں کہاں حسن میاں؟"

"وہ دیکھئے' فریج کے پاس بالکل کونے میں دبکے کھڑے ہیں"۔

"کیا آج کھانے کی کسی نئی چیز کی فرمائش کر بیٹھے ہیں؟"

"بالکل بھی نہیں!" جگنو نے انکار میں سر ہلایا۔

"تو پھر ضرور اپنے کسی دوست کا نیا سوٹ انہیں پسند آگیا ہو گا"۔

"ایسی بھی کوئی بات نہیں!"

"پھر کونسی ضد ہے جو وہ پوری کروانا چاہتے ہیں؟"

"اب کی بار وہ ایک "انوکھی ضد" کر بیٹھے ہیں"۔ جگنو تیزی سے بولا۔

"انوکھی ضد؟" اب کی بار ابا جان سنجیدہ ہو گئے۔ میں کچھ سمجھا نہیں"۔

"ایسی کیا انوکھی ضد ہے جو ہم پوری نہیں کر سکتے"۔

"وہ ایک انگوٹھی کا تقاضا کر رہا ہے؟"

"یہ تو کوئی بری بات نہیں!" یہ کہتے ہوئے وہ مسکرا دیے۔

"مگر وہ کوئی عام انگوٹھی طلب نہیں کر رہا"۔ جویریہ نے چونکانے والے انداز میں کہا۔

"کیا سونے کی انگوٹھی کی فرمائش کر بیٹھا ہے؟" ابا جان بھی چونکے۔

"ایسا کچھ نہیں"۔

"تو کیا ہیرے کی انگوٹھی مانگ لی اس نے؟ یہ تو بڑی مہنگی فرمائش ہو گئی"۔

"نہیں ابو' ہیرے کی انگوٹھی بھی نہیں"۔

"تو پھر کس قسم کی انگوٹھی مانگی ہے تاکہ اسے دے کر منایا تو جا سکے"۔

"وہ...... ایک...... طلسمی انگوٹھی...... کی فرمائش کر بیٹھا ہے؟"

کیا؟" طلسمی...... انگوٹھی...... تو کیا اس کی فرمائش پوری کرنے کے لیے ہمیں کوہ قاف کا سفر کرنا پڑے گا؟" وہ قدرے پریشان سے ہو کر بولے۔

"نہیں' ایسی کوئی بات نہیں!"

"اس کا مطلب ہے طلسمی انگوٹھی ہمیں مل جائے گی!" وہ حیرانگی سے بولے۔

"ہاں بالکل مل جائے گی"۔ جگنو نے جواب میں کہا۔

"کمال ہے ویسے ماڈرن زمانہ ہے اس میں سب کچھ ممکن ہے"۔

"آپ سنیں تو سہی' پہلے بات تو سمجھیں"۔ جویریہ نے انہیں سمجھانے کی کوشش کی۔

"کیا مطلب؟ میں بات نہیں سمجھا۔ تو پھر سمجھاؤ نا!"

"دراصل اس انگوٹھی کا تعلق خاص قسم کی کرامات سے ہے"۔ اب جگنو کی باری تھی۔

"اچھا...... خاص قسم کی کرامات...... ارے بھئی یہ تم لوگوں نے مجھے کس سسپنس میں مبتلا کر دیا"۔ وہ اب جھلا سے گئے۔ "صاف صاف بات کرو۔ ابھی مجھے حسن کو منانا بھی ہے"۔

"آپ کو تو پتا ہی ہے' حسن کے اگلے ماہ سے امتحانات شروع ہو رہے ہیں"۔

"یہ بات تو مجھے اچھی طرح معلوم ہے۔ مگر امتحانات کا انگوٹھی سے کیا تعلق بنتا ہے؟"

"بہت گہرا تعلق ہے ان دونوں چیزوں کا آپس میں"۔

"اچھا' وہ بھلا کیسے؟" ان کی دلچسپی ان باتوں میں پھر بڑھ گئی۔

"اس بات کو سمجھنے کے لیے آپ آج کے اخبار کا یہ اشتہار پڑھیے"۔

"گویا پہلے طلسمی انگوٹھی' پھر امتحان اور اس کے بعد اخبار......" یہ کہہ کر انہوں نے جویریہ کے ہاتھ سے اخبار لے کر اسے پڑھنا شروع کیا۔ اشتہار کی سرخی تھی:

"ہر امتحان میں کامیابی طلسمی انگوٹھی کے ذریعے حاصل کیجیے!"

اس خبر کی تفصیل پڑھ کر وہ پہلے حیران' بعد میں پریشان ہوئے۔ وہ تو کچھ اور سمجھ رہے تھے لیکن یہاں تو بات ہی کچھ اور نکلی۔ پہلے تو انہوں نے حسن کو پچکار کر اپنے پاس بلایا اور اس کے سر پر ہاتھ پھیرنے لگے۔ حسن کی یہ عادت تھی کہ وہ کتنا ہی غصے میں کیوں نہ ہو' چاہے وہ کتنی ہی ضد کر بیٹھا ہو' جب اس کے ابو پچکار کر پیار کرتے تھے تو وہ ساری ناراضگی دور کر کے ان کے پاس آجاتا تھا۔ اس کو معلوم تھا کہ جب اسے پیار کر لیا گیا ہے تو اس کی فرمائش پوری ہونے میں دیر نہیں لگے گی۔ اس لیے وہ ان سے چپک کر رہ گیا۔ جب وہ پوری طرح موڈ میں آگیا تو ابا جان گویا ہوئے:

"بیٹا' آپ پڑھائی تو کر رہے ہو نا!"

"ہاں پڑھائی تو ہے مگر وہ سائنس کے چند باب......"

"کیا نہیں پڑھ سکتے؟"

"بہت مشکل ہیں۔ دل نہیں لگتا۔ اسی لیے میں چاہتا ہوں کہ یہ طلسمی انگوٹھی لوں"۔

"مگر یہ انگوٹھی کیا کرے گی؟"

"آپ نے پڑھا نہیں ہر امتحان میں کامیابی اس طلسمی انگوٹھی کے ذریعے حاصل کی جا سکتی ہے"۔

"یہ کس طرح ممکن ہے آخر؟" وہ اس بات پر حیران تھے۔

"اس انگوٹھی کو کرشماتی بنایا گیا ہے اور اشتہار میں اس کی کئی خوبیاں بیان کی گئی ہیں"۔

"بیٹا' اس قسم کے اشتہارات تو اب اخبارات کا حصہ بن گئے ہیں۔ کس کس مسئلے کا حل یہ اس طرح کی چیزوں کے ذریعے پیش نہیں کرتے۔"

"لیکن ابو' یہ ایسے ویسے کسی آدمی کا اشتہار نہیں' 51 سالہ

عامل......"

"اس سے کسی قسم کی بحث فضول ہے ابو"۔ جگنو بے زاری سے بولا۔ "ہم اسے سمجھانے کی بہت کوشش کر چکے ہیں۔ اس کے بعد ہی گھر میدانِ جنگ کا نقشہ پیش کر رہا ہے"۔

"ہوں" ابو نے ہنکارا بھرا اور پھر کسی گہری سوچ میں ڈوب گئے۔ وہ ایسی کسی بات کے قائل نہ تھے۔ دراصل ضرورت سے زیادہ لاڈ پیار نے حسن کی عادتیں بگاڑ دی تھیں۔ ضد اور خودسری کی اس عادت کے باعث بعض اوقات وہ ان چیزوں کی فرمائش بھی کر بیٹھتا تھا جو وہ مانگنا بھی نہیں چاہتا تھا۔ جسے وہ غلط سمجھتا ہو وہی ضرورت کے وقت اس کے لیے درست ہو جاتی تھی اور پھر اسے اس کی مرضی سے ہٹانا آسان کام نہ ہوتا تھا۔ اب مسئلہ اس کے امتحانات کا تھا۔ اگر اس کے ساتھ سختی کی جاتی یا طلسمی انگوٹھی سے توجہ ہٹانے کی کوشش کی جاتی تو ہو سکتا تھا کہ وہ ناراض ہو کر پڑھنے لکھنے سے رہ جائے۔ یہی سوچ کر انہوں نے اسے طلسمی انگوٹھی دلانے کا فیصلہ کر لیا۔

"ٹھیک ہے حسن! مجھے تمہاری بات سے اتفاق ہے۔ یہ طلسمی انگوٹھی ضرور تمہارے لیے کارآمد ثابت ہوگی۔" انہوں نے ایک بار پھر اخباری اشتہار کو غور سے پڑھتے ہوئے کہا۔

"تو کیا ... تو کیا ... آپ مجھے یہ انگوٹھی دلا دیں گے؟" وہ خوشی سے بولا۔

"ہاں ہاں کیوں نہیں!"

"آپ بہت اچھے ہیں!" اس کے منہ سے پرجوش نعرہ نکلا۔

"گرو عامل کا دفتر تو بہت مہنگے ہوٹل میں ہے"۔ جگنو نے ہوٹل کے اندر داخل ہوتے ہوئے کہا۔

"عامل بھی تو کوئی ایسے ویسے نہیں، بہت پہنچے ہوئے ہیں۔ روزانہ ان کے کارناموں اور طلسمی انگوٹھی سے فوائد حاصل کرنے والے افراد کے انٹرویوز اخبارات میں چھپتے ہیں"۔ حسن بھلا کیسے چپ رہتا۔ اس کی نگاہوں میں وہ انگوٹھی گھوم رہی تھی جو جلد ہی اسے ملنے والی تھی۔ وہ مختلف زینے عبور کرتے ہوئے چوتھی منزل پر اس کمرے کے سامنے پہنچ گئے جہاں عامل شین شین۔ شان کا دفتر تھا۔ کمرے میں داخل ہوئے تو لیڈی سیکرٹری نے ان کا استقبال کیا اور ان کا نام لکھ کر انہیں انتظار کرنے کو کہا۔ ان سے قبل دو تین افراد اپنی باری کے منتظر تھے اور ایک صاحب اندر عامل سے فیض یاب ہو رہے تھے۔ سیکرٹری نے ان سے ملاقات کی فیس 500 روپے ایڈوانس میں وصول کر لی۔

آدھے گھنٹے کے بعد ان کا نمبر آیا۔ وہ عامل شین شین شان کے عالیشان کمرے میں پہنچے۔ بڑی سی میز کے پیچھے گھومنے والی گول کرسی پر وہ پہلے تو گول گھومے اس کے بعد انہوں نے اپنی بڑی بڑی گول آنکھوں کو گھما کر ان چاروں کو دیکھا اور پھر اچانک انہوں نے حسن کو اپنی جانب آنے کا اشارہ کیا۔

"ادھر آؤ منے! یہاں آکر بیٹھ جاؤ"۔ ان کی کرخت آواز سن کر حسن پر سناٹا چھا گیا۔

اس آواز میں اتنا جادو تھا کہ وہ فوراً ہی آگے بڑھ کر عامل کے پاس رکھی کرسی پر جا بیٹھا۔ یہ کرسی بالکل اسی طرح رکھی ہوئی تھی جس طرح ڈاکٹروں کے پاس مریضوں کے چیک اپ کے لیے رکھی ہوتی ہے۔

"تو تمہارا مسئلہ ہے میاں صاحبزادے!" وہ حسن سے مخاطب تھے

اور حسن دل ہی دل میں عش عش کر رہا تھا کہ یہ عامل کس قدر علم والے ہیں۔

"جی..... جی..... " کچھ تو کمرے کا ماحول' اور پھر ان کی آواز کا رعب ایسا تھا کہ حسن جو تیز آواز میں بات کرنے کا عادی تھا' اس کے منہ سے صحیح لفظ بھی ادا نہیں ہو پا رہے تھے۔

"تو تم کون سے امتحان میں زبردست کامیابی کے لیے "طلسمی انگوٹھی" کے خواہش مند ہو؟" "جی..... وہ..... میٹرک"۔ حسن بولا۔

"پہلے میں زائچہ بنا کر دیکھوں گا۔ اگر تمہارے ستارے ہمارے حساب سے مل گئے تو پھر تمہیں انگوٹھی دے دی جائے گی ورنہ"۔

"دیکھئے' مجھے انگوٹھی ہر حال میں چاہیے"۔ انکار کا جملہ سن کر اچانک ہی حسن کے منہ سے یہ الفاظ نکلتے چلے گئے۔

"یہ کوئی آپ کا گھر تو ہے نہیں جو میں آپ کی مرضی پر چلوں"۔ عامل نے اپنے مخصوص سخت لہجے میں جواب دیا جسے سن کر حسن کا چہرہ فق پڑ گیا۔

"تو کیا میں انگوٹھی حاصل نہیں کر سکوں گا؟"

"میں نے یہ کب کہا ہے۔ ہاں! اتنا ضرور ہے کہ آپ صبر کریں اور مجھے اپنا کام کرنے دیں"۔ یہ کہنے کے بعد شین شین شان صاحب نے حسن اور اس کے ابو سے مختلف معلومات حاصل کیں اور پھر اپنے سامنے رکھے کمپیوٹر پر فیڈ کرتے چلے گئے۔ کچھ دیر تک وہ مختلف بٹن دبا کر کمپیوٹرائزڈ زائچہ بناتے رہے۔

"انکل' یہ آپ کیا کر رہے ہیں؟" جویریہ جو کافی دیر سے خاموش تھی' اب چپ نہ رہ سکی۔

"بیٹے' میں یہ محنت کر کے آپ سے لیے گئے 5 سو روپے اپنے لیے حلال کر رہا ہوں"۔

"آپ زائچہ بھی کمپیوٹر پر بناتے ہیں؟" اب کے جگنو بول اٹھا۔

"بالکل' جدید دور کی جدید سہولیات سے فائدہ اٹھانا ہمارا خاصہ ہے"۔ وہ اب کچھ نرم پڑ چکے تھے۔ "ہمارا ستاروں سے انٹرنیٹ کے ذریعے رابطہ ہے ہم ان میں ہونے والی تبدیلیوں کے بارے میں فوری معلومات حاصل کر لیتے ہیں۔ پھر تازہ معلومات کی روشنی میں اپنے کلائنٹ کی خدمت موثر انداز میں کرتے ہیں"۔

"واہ' کیا زبردست کام ہے"۔ جگنو خوشی سے چلا اٹھا۔

"مبارک ہو' مبارک ہو" اچانک ہی عامل صاحب خوشی سے جھوم اٹھے"۔ آپ کا ستارہ آپ کو طلسمی انگوٹھی پہننے کی اجازت دے رہا ہے"۔ یہ کہتے ہی انہوں نے کرسی سے اٹھ کر باری باری سب سے ہاتھ ملایا۔ حسن کو تو انہوں نے اس قدر گرم جوشی کے ساتھ مبارکباد دی جیسے اس نے ابھی صوبے بھر میں میٹرک کے امتحان میں اول پوزیشن حاصل کی ہو۔

"آپ کی طلسمی انگوٹھی آپ کو کل دے دی جائے گی!" اب انہوں نے جواب پیش کیا۔

"کل کیوں' آج کیوں نہیں؟"

"دراصل انگوٹھی پر تازہ تازہ عملیات پڑھے جائیں گے تاکہ یہ آپ کے لیے موثر ثابت ہو"۔

"شکریہ!"

"صرف شکریے سے کام نہیں چلے گا۔ کمپیوٹر کے مطابق انگوٹھی آپ کو ایک شرط پر دی جا سکے گی"۔

"شرط..... کیسی شرط؟" حسن اس جملے پر چونک اٹھا۔

"اگر آپ اس شرط کو ماننے کے لیے تیار نہ ہوئے تو میں آپ کو یہ انگوٹھی نہ دے سکوں گا"۔

"میں آپ کی ہر شرط ماننے کے لیے تیار ہوں لیکن خدارا مجھے انگوٹھی سے محروم نہ کیجئے گا"۔ حسن جو ہر قیمت پر انگوٹھی حاصل کرنا چاہتا تھا' بھلا ایک شرط کے لیے اسے کیوں گنواتا۔

"اب آپ جلدی سے شرط بتایئے!" اب ان کے ابو کی باری تھی۔

"حسن میاں' اس انگوٹھی پر ایک مخصوص چمک ہے اسے قائم رکھنے کے لیے آپ کو روزانہ دو گھنٹے کا عمل کرنا ہو گا اور اس کے بعد اسے اپنے کالر پر رگڑنا ہو گا۔ جوں جوں اس کی چمک بڑھتی رہے گی آپ کی کامیابی کے امکانات روشن ہوتے چلے جائیں گے"۔

"میں عمل کرنے کے لیے تیار ہوں"۔ حسن نے اٹل لہجے میں کہا۔

"اگر آپ نے ایک روز بھی عمل نہ کیا یا اس کے وقت میں کمی بیشی کی تو اس کی چمک ماند پڑنا شروع ہو جائے گی اور بعد میں مثبت نتائج نہ نکلنے کی ذمہ داری میری نہ ہو گی"۔

"آپ بے فکر رہیں۔ میں دی گئی ہر ہدایت پر عمل کروں گا"۔

"لیکن وہ عمل تو بتائیے؟" اب کی بار جگنو نے سوال کیا۔

"عمل میں آپ کو کل بتاؤں گا"۔

"چلیں جیسے آپ کی مرضی!" حسن نے خوش دلی سے کہا۔

"یہ تو بتائیے کہ اس انگوٹھی کے لیے آپ کو کیا نذرانہ پیش کرنا ہو گا"۔ ابو نے پوچھا۔

"کام کے مقابلے میں دام زیادہ نہیں' آپ کو صرف 9 ہزار 9 سو ننانوے روپے دینا ہوں گے"۔

"یہ آپ نے ایک روپے کی رعایت کیوں رکھی ہے؟" جگنو طنزیہ لہجے میں بولا۔

"یہ کمپنی کی طرف سے خصوصی آفر ہے"۔ وہ ہنستے ہوئے بولے۔ "بات دراصل یہ ہے کہ نو لکی نمبر ہے اس لیے 9 نمبر 4 مرتبہ ایک جگہ جمع کر دیا گیا ہے یعنی 9999"۔

گو کہ عامل صاحب نے طلسمی انگوٹھی کی قیمت ایسی بتائی تھی جو ادا کرنا اتنا آسان نہ تھا لیکن حسن ان کا لاڈلا بیٹا تھا اور وہ اس کی بات کو ٹالنا نہیں چاہتے تھے اس لیے وہ ادائیگی کے لیے تیار ہو گئے۔

اگلے روز وہ رقم لے کر دفتر پہنچے۔ جب وہ اپنی باری پر اندر پہنچے تو ایک عجیب و غریب قسم کی انگوٹھی عامل کی میز پر پڑی ان کا انتظار کر رہی تھی۔

"آپ کی انگوٹھی تیار ہے حسن میاں! اسے اپنے داہنے ہاتھ کی تیسری انگلی میں پہنیں گے آپ!"

"اور وہ دو گھنٹے کا عمل؟" حسن نے پوچھا۔

"آپ کو روزانہ دو گھنٹے اپنی اسٹڈی جاری رکھنا ہو گی۔ اہم اور مشکل ترین ابواب پڑھنے آپ کے لیے لازمی ہیں"۔

"مگر......؟"

"اگر مگر کی کوئی گنجائش نہیں ہے۔ اگر ایسا نہ کیا تو انگوٹھی اپنی تاثیر کھو بیٹھے گی اور پھر کامیابی کا ذمہ میرا نہ ہو گا"۔

حسن یہ انگوٹھی پا کر بے حد خوش ہوا اور روزانہ دو گھنٹے کا عمل دل جمعی سے کرنے لگا۔ وہ دیکھ رہا تھا کہ روزانہ انگوٹھی کی چمک بڑھ رہی ہے اس کا مطلب یہ تھا کہ اس کا عمل کامیاب جا رہا تھا اور اس کی بہتر کامیابی کے امکانات مزید روشن ہوتے جا رہے تھے۔

پھر امتحانات بھی آہی گئے۔ پرچے شروع ہوئے۔ پہلا پرچہ دینے کے بعد اسے احساس ہوا کہ اس کا دماغ تیز کام کرنے لگا ہے۔ اس کے ذہن میں کلاس روم میں پڑھے گئے اسباق اور لیکچرز بھی فٹافٹ یاد آنے لگے۔ وہ روانی اور خوش خطی کے ساتھ پرچے حل کرتا رہا۔ انگوٹھی کی کرامات سامنے آتی جا رہی تھیں۔ جوابات تیزی سے اس کے قلم سے ادا ہو رہے تھے جو اس انگوٹھی سے قبل ناممکن تھے۔ وہ دو گھنٹے کا عمل بھی بڑی دل جمعی سے کر رہا تھا تاکہ انگوٹھی کی تاثیر بڑھتی رہے۔ اسے یقین ہو چلا تھا کہ طلسمی انگوٹھی کے باعث وہ بے حد اچھے نمبروں سے پاس ہو گا۔ اس کے ذہن سے بے یقینی اور ناامیدی کے تمام سائے دور ہو چلے تھے۔

وقت گزرا اور ایک روز رزلٹ آہی گیا اور حسن یہ جان کر خوشی سے پھولا نہ سمایا کہ وہ امتحان میں اے ون گریڈ سے پاس ہو چکا ہے۔

اگلے روز وہ ایک بڑے سارے کیک کے ساتھ عامل شین شین شان کے کمرے میں موجود تھا۔ اس کے ابو' جگنو اور جویریہ بھی ساتھ تھے۔

"میں بے حد مشکور ہوں کہ آپ کی کراماتی انگوٹھی نے کام دکھایا اور میں اے ون گریڈ میں پاس ہو گیا"۔

"بیٹا' اس میں تمہارے اپنے عمل کا دخل ہے ورنہ کیا یہ انگوٹھی اور کیا اس کا طلسم"۔

"میں آپ کا مطلب نہیں سمجھا"۔

"یہ صرف تمہارے پڑھنے اور محنت کرنے کے باعث ہوا ہے بیٹا!۔ اس میں ہمارا کوئی کارنامہ نہیں"۔ وہ کہہ رہے تھے۔ "دراصل ہم اتنے ضعیف الاعتقاد ہو چکے ہیں کہ اپنی صلاحیتوں پر کم اور دیگر عارضی سہاروں پر زیادہ بھروسہ کرتے ہیں۔" وہ بتا رہے تھے۔ "یہ ٹھیک ہے کہ دعاؤں میں اثر ہوتا ہے' تاہم اصل چیز انسان کی محنت ہے۔ اگر انسان خود نہ ہلے جلے تو تقدیر بھی اس پر مہربان نہیں ہو گی"۔

حسن یہ جملے سن کر بے حد حیران تھا کہ اسے تو کبھی بھی اپنی صلاحیتوں پر اتنا بھروسہ نہ تھا کہ وہ اپنے ذہن کو کام میں لا کر اے۔ ون گریڈ بھی حاصل کر سکتا ہے۔ اسے اب یہ تجسس ہوا کہ آخر یہ شین شین شان صاحب ہیں کون؟ تو اس کا جواب اسے سامنے میز پر رکھی نام کی تختی سے مل گیا۔ جس پر لکھا تھا: "ڈاکٹر شیخ شفیع شان (ماہر نفسیات)"۔ اس کے بعد اسے مزید کسی جواب کی جستجو نہ رہی۔

☆☆☆

جناب مظہر یوسف زئی جب بھی لکھتے ہیں، خوب لکھتے ہیں۔ ان کی یہ دلکش تحریر اچھے دنوں کی یاد تازہ کر رہی ہے جب ہمارے رویوں میں منفی تبدیلیاں نہیں آئی تھیں اور معاشرے میں ادب و لحاظ اور پاسداری کا اتنا فقدان نہیں تھا۔

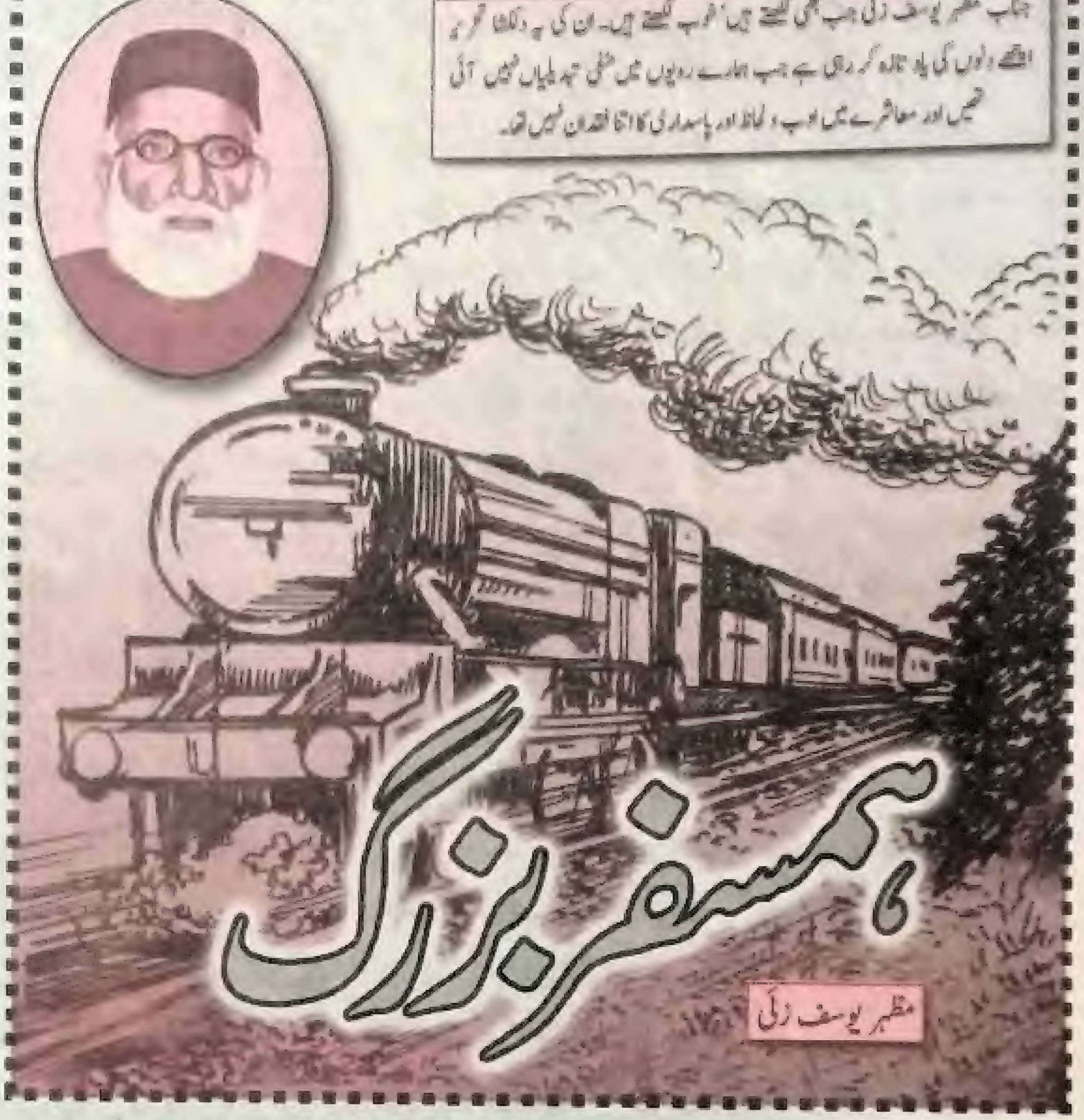

ہمسفر بزرگ

مظہر یوسف زئی

احمد نے جب یونیورسٹی میں داخلہ لیا تو اس وقت بھائی چارے کی فضا ایسی ہی تھی جیسی علی گڑھ مسلم یونیورسٹی میں پائی جاتی تھی یا آکسفورڈ یونیورسٹی کے متعلق مشہور تھی۔ طالب علم اپنے مستقبل بنانے میں لگے ہوئے تھے۔ مل بیٹھنے کا موقع میسر آتا تو با مقصد زندگی گزارنے کے طور طریقے پر گفتگو ہوتی۔ ایک دن جماعت کا ایک پیریڈ خالی تھا۔ طلبہ باغیچے میں ٹولیوں میں بیٹھے خوش گپیوں میں مصروف تھے کہ احمد نے اپنے دادا کا ایک ایسا واقعہ سنایا کہ وہاں موجود تقریباً تمام ساتھیوں کو ایک ایسی سوچ دے گیا جو بے لوث خدمت کا محرک بنی اور ساکھ' لاکھ سے اچھی لگنے لگی۔

احمد نے کہا: جب پاکستان بنا تو میرے دادا کا لڑکپن تھا۔ میرے بزرگوں کو کراچی میں ایسی جگہ آباد کیا گیا جو پہلے سانپوں کا مسکن تھا۔ اس علاقے میں مہاجروں کو آباد کرنے کی غرض سے "پاک۔ پی۔ ڈبلیو۔ ڈی" کے ٹھیکے دار راجہ صبح صادق کو سانپوں کو پکڑنے کے لیے تیس ہزار روپے کا ٹھیکہ دیا گیا۔ جب یہاں کوارٹر بن گئے تو اس علاقے کا نام لالو کھیت سے لیاقت آباد ہو گیا۔ یہ سنتے ہی طلبہ نے ایک دوسرے کو معنی خیز نظروں سے دیکھا۔ تعجب اور حیرانی ان کے چہرے مہرے سے ظاہر ہونے لگی تھی۔

احمد نے ان کے استعجاب سے فائدہ اٹھاتے ہوئے کہا: اب ذرا توجہ سے میرے دادا محترم کا بتایا ہوا اصل واقعہ سنیئے جس کا مرکزی کردار وقت اور حالات کے طوفان میں بہہ گیا ہے۔ آیئے! اس جیسے کردار کو تلاش کریں یا اس جیسا بننے کے لیے ہم سب تیار ہو جائیں۔

احمد نے کچھ دیر توقف کیا۔ ماضی میں جھانکا' ایک جھرجھری لی اور پھر واقعہ بیان کرنا شروع کیا: میرے دادا جان نے بتایا تھا کہ پاکستان کے ابتدائی زمانے میں یہ دستور تھا کہ کراچی اور حیدر آباد سے بہت سے نوجوان میٹرک کا پرائیویٹ امتحان لاہور بورڈ سے دیتے تھے۔ جن کے رشتے دار لاہور میں ہوتے تھے وہ وہاں ٹھہر جاتے تھے اور جن کا کوئی وسیلہ نہ ہوتا تھا تو وہ تین تین چار چار کی ٹکڑیوں میں کسی ہوٹل کے کمرے میں ٹھکانا بنا لیتے تھے۔ دادا جان نے بھی میٹرک کا پرائیویٹ امتحان لاہور جا کر دیا تھا۔ اس زمانے میں ریل گاڑی میں اتنی بھیڑ بھاڑ نہیں ہوتی تھی۔ نشستیں محفوظ کرانے کی بھی ضرورت نہ ہوتی تھی۔ میرے دادا کے ساتھ آٹھ دس لڑکے کراچی سے تیسرے درجے کے ڈبے میں سوار ہوئے اور تین چار لڑکے حیدر آباد سے بیٹھے۔ تعارف کے بغیر یہ تمام نوجوان آپس میں اتنے بے تکلف ہو گئے جیسے برسوں سے ایک دوسرے سے واقف ہوں۔ ان

نوجوانوں نے ڈبے کے آدھے حصے میں اپنا قبضہ جمالیا اور آدھے حصے کو دوسری سواریوں کے لیے چھوڑ دیا مگر پھر بھی ڈبے میں کھچ کھچ نہیں ہوئی۔ اس ڈبے میں کراچی سے ایک بزرگ بھی لاہور کے لیے سوار ہوئے تھے۔ ان بزرگ کی سج دھج نرالی تھی۔ آزادی کے بعد بھی کوئی تبدیلی نہیں آئی تھی۔ سر پر بغیر پھندنے کی گول ٹوپی' ڈورے کا انگرکھا' اونچا پاجامہ' ٹیڑھی میڑھی کمانی کی عینک' گھنی داڑھی' ایک ڈوری سے بندھا ہوا مختصر بستر جس کے ایک طرف لوٹا لٹکا ہوا اور دوسری طرف کتابوں کا ایک بنڈل تھا۔

حیدر آباد سے ریل گاڑی آگے بڑھی تو نوجوانوں نے بھی اخلاقی حد کو پھلانگ کر ایسی دھماچوکڑی مچائی کہ جسے دیکھ کر شیطان بھی کنی کاٹ جائے۔ جملے کسے جانے لگے۔ پھبتیاں اڑائی جانے لگیں۔ گفتگو آپ سے تم پر آئی اور پھر تم سے تو پر آگئی۔ ان خرمستیوں کو یہ بزرگ دیکھتے رہے۔ نماز پڑھتے رہے اور مطالعے میں مصروف رہے۔ ریل گاڑی روہڑی جنکشن پر پہنچی تو ایک لڑکے نے کہا: یہاں گاڑی کافی دیر رکتی ہے۔ آؤ کھانا کھالیں۔ سب نے گھر سے لایا ہوا کھانا نکالا اور ایک لمبی سی نشست پر چن دیا۔ ہمسفر بزرگ نے بھی کاغذ کا ایک بنڈل کھولا۔ اس میں دو چپاتیاں تھیں اور دو ہی تلی ہوئی ہری مرچیں۔ بزرگوار نے ایک مرچ سے ایک چپاتی کھائی۔ دوسری چپاتی اور ایک مرچ کو دوسرے وقت کے لیے کاغذ میں لپیٹ کر رکھ دیا۔ لڑکوں نے یہ منظر دیکھا تو ان کی حس ظرافت پھڑکنے لگی۔ ایک لڑکے کو یہ پھبتی سوجھی:

دو چپاتی کے ورق میں سب ورق روشن ہوئے
اک رکابی میں ہمیں چودہ طبق روشن ہوئے

بزرگ نے کوئی دھیان نہ دیا اور ایک قلمی نسخے کا مطالعہ کرنے لگے۔ جب رات کی چادر چاروں طرف تن گئی تو یہ نوجوان بھی ایک ایک کر کے نیند کی وادی میں جانے لگے۔ منہ اندھیرے سگنل نہ ہونے کی وجہ سے ریل گاڑی ایک جھٹکے کے ساتھ رکی تو چند لڑکے ہڑبڑا کر اٹھ بیٹھے۔ انہوں نے دیکھا کہ گاڑی ویران جگہ رکی ہوئی ہے۔ ڈبے میں ہر شخص اونگھ رہا ہے اور بزرگ نماز ادا کر رہے ہیں۔

ریل گاڑی سابقہ منٹگمری اور حالیہ ساہیوال پہنچی۔ پلیٹ فارم پر ہری ہری ککڑیاں تول کر بیچی جارہی تھیں۔ ایک لڑکے نے ایک سیر ککڑیاں تلوائیں اور ڈبے میں آکر یہ صدا لگائی:

فرہاد کی نگاہیں شیریں کی ہنسلیاں ہیں
مجنوں کی سرد آہیں لیلیٰ کی انگلیاں ہیں
ٹیڑھی ہے سو تو پاڑی وہ ہیر کی ہے
سیدھی ہے سو وہ یارو رانجھے کی بانسری ہے

ککڑیوں کی خوب چھینا جھپٹی ہوئی۔ گاڑی سفر طے کرتی رہی۔ بزرگوار مطالعہ کرتے رہے۔ چھوٹے چھوٹے اسٹیشن بھاگتے نظر آتے رہے۔ کوٹ لکھپت کا اسٹیشن گزرا تو ایک شور اٹھا:

"حضرات تیاری کرو لاہور آیا ہی چاہتا ہے"۔ لڑکے اپنی اپنی چیزوں کو اکٹھا کرنے لگے۔ ہم سفر بزرگ نے بھی اپنا بوریا بستر لپیٹا۔ اسے ایک ڈوری سے کس دیا اور اطمینان سے اپنی جگہ بیٹھے رہے۔ لڑکوں نے تمام کھڑکیوں پر قبضہ جمالیا اور باہر جھانکنے لگے۔ ریل گاڑی پلیٹ فارم کی حدود میں داخل ہونے لگی اور تمام لڑکے سہم کر رہ گئے۔ ریل کی پٹڑی کے دونوں طرف بھاری تعداد میں پولیس کھڑی ہوئی تھی۔ ریل گاڑی پلیٹ فارم پر رینگنے لگی تو لاؤڈ اسپیکر سے اعلان ہوا: "تمام مسافر اپنے اپنے ڈبوں میں اس وقت تک بیٹھے رہیں جب تک دوسرا اعلان نہ کیا جائے۔ شکریہ"۔

گاڑی رکی۔ تیسرے درجے کا یہ ڈبہ عین باہر جانے کے راستے کے سامنے رکا۔ وہاں پنجاب کے گورنر سردار عبدالرب نشتر کھڑے تھے۔ سردار صاحب اس ڈبے میں داخل ہوئے اور ان بزرگوار سے انتہائی احترام و عقیدت کے ساتھ گلے ملے۔ ایک محافظ نے ان بزرگوار کا بستر اٹھانا چاہا تو سردار صاحب نے اشارے سے منع کر دیا۔ اس بستر کو گورنر صاحب نے خود اٹھایا اور بزرگوار کو سہارا دے کر نیچے اتارا۔ ڈبے کے مسافروں اور ان لڑکوں نے یہ منظر بہت قریب سے دیکھا تھا۔ انہیں یہ خواب معلوم ہو رہا تھا کہ لاؤڈ اسپیکر کی پھر سے آواز گونجی:

"حضرات زحمت کے لیے معذرت! آپ اپنے ڈبوں سے اتر آئیں۔ تحریک پاکستان کے سرگرم مجاہد' اردو ادب کے نامور شاعر اور بھارت سے آئے ہوئے مہمان حضرت حسرت موہانی گورنر صاحب کے ساتھ جا چکے ہیں۔

☆☆☆

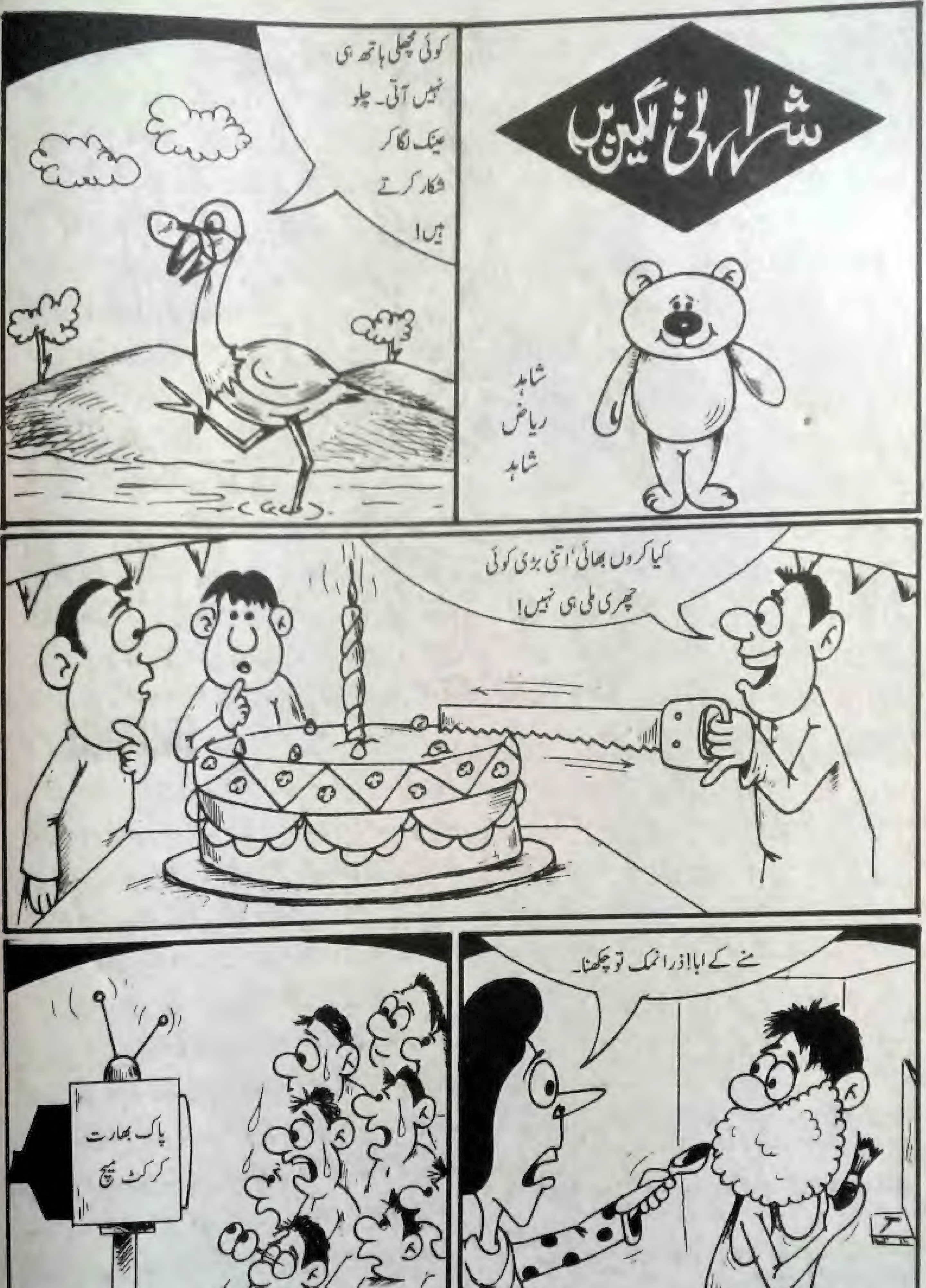

شرارتی لکیریں
شاہد ریاض شاہد
کوئی مچھلی ہاتھ ہی نہیں آتی۔ چلو عینک لگا کر شکار کرتے ہیں!
کیا کروں بھائی' اتنی بڑی کوئی چھری ملی ہی نہیں!
منے کے ابا! ذرا نمک تو چکھنا۔
پاک بھارت کرکٹ میچ

کانفرنس کی تیاریاں

حسن ذکی کاظمی

بہادر اور وفادار ہنستے کھیلتے، دھوپ کا مزا لیتے اس جگہ جا کھڑے ہوئے جہاں ان کی ملاقات سیانے سے ہوئی تھی۔ وفادار نے پگڈنڈی کی طرف تکتے ہوئے ہونٹوں پر زبان پھیری اور بولا:

"یار بہادر۔ گڑ لاجواب تھا۔ اللہ منگلو کا بھلا کرے۔ اچھا دوست مل گیا ہمیں"۔

بہادر نے بات کاٹی "ہاں جی! آج کل تو وہی دوست اچھا ہے جو کھلائے پلائے۔ بس تم گڑ کھاؤ اور منگلو کے گن گاؤ"۔

وفادار جل کر بولا "ارے ظالم! کبھی تو دل خوش کر لینے دیا کر۔ جب دیکھو جلی کٹی باتیں ہی کرتا ہے۔ انسانوں سے بس زخم لگانا ہی سیکھا، کوئی ڈھنگ کی بات بھی سیکھ لیتا"۔

بہادر کو وفادار کے تلملانے پر مزا آیا اور اس نے ایک اور بھرپور وار کیا "ڈھنگ کی باتیں سیکھیں انسان کے بچے۔ ہم اپنی چال کیوں بدلیں؟"

فضا میں ڈھینچو ڈھینچو کی گونج نے دونوں کو خاموش کر دیا اور وہ پگڈنڈی کی طرف منہ اٹھا کر سیانے اور منگلو کی راہ تکنے لگے۔ چند لمحے بعد بہادر نے وفادار کو پھر چھیڑا:

"کم بخت! منگلو کے سامنے گڑ کا ذکر نہ کرنا۔ تیرے منہ سے رال کا دریا بہہ نکلے گا"۔

وفادار نے جواب دیئے بغیر ہونٹوں پر زبان پھیری اور سارے دانت باہر نکال کر ہنس دیا۔ دراصل اسے بھی بہادر کی چھیڑ چھاڑ میں مزا آتا تھا۔ سامنے سے سیانے کو آتے دیکھا تو دونوں نے بے اختیار قہقہہ لگایا۔ سیانے نے حلیہ ہی ایسا بنایا ہوا تھا کہ ہنسی آجائے۔ جسم پر کمبل کے بجائے بڑے بڑے کاغذوں کی چادر پڑی تھی اور سر پر کاغذ کا تاج۔ وفادار نے جھٹ فقرہ کسا "لو جی! کاغذی شیر تو سنا تھا، آج کاغذی گدھا بھی دیکھ لیا"۔ سیانے نے سنی ان سنی کرتے ہوئے آواز لگائی:

"ہائے فرینڈز...... کس حال میں ہو؟"

جواب میں دونوں خوں خوں کر کے بے اختیار ہنس دیئے اور وفادار بولا "یار ہم تو ٹھیک حال میں ہیں پر یہ بتاؤ کہ تمہارا حلیہ کس نے بگاڑا؟"

سیانے کو یہی بات بری لگی تھی کہ اسے حقارت سے گدھا کہا گیا۔ حلیہ بگاڑنے والی بات نے تو جلتی پر تیل کا کام کیا اور وہ بھڑک کر بولا:

"چلو میں گدھا سہی۔ تم تو اعلیٰ نسل کے جانور ہو۔ اتنا نہ جان سکے کہ ان کاغذوں پر لکھا کیا ہے؟ ذرا سا پڑھ لیتے تو خوں

خوں کر کے نہ ہنستے"۔

یہ جملہ سن کر بہادر اور وفادار پھر زور زور سے خوں خوں کرنے لگے۔ بہادر نے تو بات ٹالنے کو گھاس چرنا شروع کر دی لیکن وفادار سے نہ رہا گیا' کہنے لگا:

"ارے واہ رے بھولے۔ ہم کس سکول کالج کے پڑھے ہوئے ہیں جو ان کاغذوں پر لکھا ہوا پڑھ لیتے؟"

سیانے نے محسوس کیا کہ وہ غلط بات کہہ گیا لیکن اپنی غلطی ماننے کے بجائے مسکرا کر بولا "ارے میں تو ایسے ہی مذاق کر رہا تھا..... چلو میں بتائے دیتا ہوں"۔

بہادر نے بات کاٹتے ہوئے پوچھا "لیکن پہلے یہ بتاؤ کہ منگلو کو ساتھ کیوں نہیں لائے؟ مزا نہیں آئے گا اس کے بغیر"

سیانے نے منہ لٹکا لیا۔ چند سیکنڈ اس کا نیچے کا ہونٹ پھڑکتا رہا۔ پھر وہ بڑی ناگواری سے بولا "اچھا یار..... تو اب سارا مزا منگلو کی وجہ سے ہے..... ہاں جی..... ٹھیک ہے۔ ہم اب پرانے ہوئے..... چلو بھائی تمہیں نئی دوستی مبارک۔ اللہ تمہیں خوش رکھے"۔

بہادر کو اپنی غلطی کا احساس ہوا اور اس نے فوراً بات بدلی "لو برا مان گئے..... ارے ساری رونق تو تمہارے دم کی ہے۔ ہم تو اس لیے منگلو کا انتظار کر رہے تھے کہ اس سے پوچھیں کہ وہ ولایت سے یہاں کیسے آیا؟"

سیانے کا موڈ ٹھیک ہونے لگا اور وہ بولا:

"ضرور پوچھنا..... بس آتا ہی ہو گا....."

یہ بات ہو ہی رہی تھی کہ منگلو موبائل چور آن پہنچا..... جسم پر کاغذی لباس' سر پر کاغذ کی ٹوپی' اچھلتا کودتا' خوخو کرتا' ہاتھ سے گال کھجاتا منگلو وہاں پہنچا تو تینوں نے آواز لگائی "ول کم..... ول کم....." منگلو نے ٹوپی اتار کر جھک کر شکریہ ادا کیا اور دیر سے آنے کی معافی مانگی۔

"بھائیو..... معاف کرنا..... دیر ہو گئی..... دراصل وہ جو کانفرنس ہے نا جانوروں کے حقوق کی..... وہ بالکل سر پر آن پہنچی ہے..... سیانے بھائی نے مجھے بھی پھنسا دیا۔ بڑی ذمے داری آن پڑی ہے..... یہ جو کاغذی شرٹ اور ٹراؤزرز تم ہمارے جسم پر دیکھ رہے ہو یہ دراصل اسی کانفرنس کے اشتہار ہیں جن میں دن تاریخ' وقت' جگہ' نمائندوں کے نام اور تقریر کرنے والوں کے نام سب لکھے ہیں اور کانفرنس کا مقصد بھی..... پہلے طے ہوا تھا کہ یہ کانفرنس انسانوں کی ہو گی اور تھوڑے سے جانور بھی شریک ہوں گے لیکن اب یہ طے ہوا ہے کہ بس جانور ہی جانور اس میں شرکت کریں گے اور خود اپنی بات کریں گے"۔

بہادر اور وفادار نے اتنی دلچسپی سے سیانے اور منگلو کے جسم پر لپٹے ہوئے اشتہاروں کو دیکھنا شروع کیا جیسے سب کچھ پڑھ لیں گے۔ پھر بہادر نے ان کی طرف سے نظر ہٹا کر کہا:

"یارو..... واقعی بڑی ذمے داری ڈال دی گئی ہے تم پر..... ہم تو باہر نکل نہیں سکتے جو تمہارا ہاتھ بٹا سکتے۔ البتہ ہماری دعائیں تمہارے ساتھ ہیں۔ پتا نہیں ہم شریک بھی ہو سکیں گے یا نہیں"۔

سیانا جلدی سے بولا "فکر نہ کرو پیارے بھائی..... میں نے سارا بندوبست کر لیا ہے۔ تمہارے مالک سے انتظامیہ کی بات ہو گئی ہے۔ انہوں نے کہا ہے کہ ان کے فارم کے جانوروں کو کانفرنس میں شرکت کی پوری اجازت ہو گی"۔

وفادار تو خوشی سے اچھل پڑا اور بولا "ارے واہ میرے یار..... تُو تو کمال کی چیز ہے"۔

بہادر نے خوش ہو کر کہا "میں نہ کہتا تھا سیانا یاروں کا یار ہے۔ دیکھو اس نے کیسا خیال رکھا ہمارا"۔

سیانے کی ایسی باچھیں کھلیں کہ ہونٹوں کو واپس سمیٹنا مشکل ہو گیا۔ بڑی محنت سے منہ پر قابو کر کے بولا:

"یارو یہی نہیں..... اب آگے کی سنو..... کانفرنس کے دنوں میں تم ہمارے مہمان ہو گے..... مطلب یہ کہ تمہارا لنچ اور ڈنر انتظامیہ کے ذمے ہو گا"۔

اس بار تو وفادار کئی گز اچھل پڑا اور کہنے لگا:

"آہاہا..... آہاہا..... یار سیانے ایک دفعہ پھر سے کہہ..... لنچ اور ڈنر انتظامیہ کے ذمے..... مزا آ گیا..... اچھا یار یہ بتاؤ کتنے دن چلے گی یہ کانفرنس..... میں کہتا ہوں ہفتہ ڈیڑھ ہفتہ تو چلے ہی گی"۔

بہادر کو اس کے ندیدے پن پر غصہ آ گیا۔ اس نے ڈانٹ کر کہا "خاموش ہو جا بدبخت ورنہ ایک دولتی ماروں گا۔ ساری

گھوڑا برادری کو بدنام کر رہا ہے۔ ہفتہ ڈیڑھ ہفتہ چلے گی کانفرنس۔ ہونہہ۔"

وفادار کے منہ میں اتنی رال بھر چکی تھی کہ وہ چاہنے کے باوجود جواب نہ دے سکا اور بہادر منگلو سے مخاطب ہوا:

"ہاں تو منگلو بھائی تم نے یہ بتانے کا وعدہ کیا تھا کہ اپنی داستان سناؤ گے۔ یعنی یہ کہ ولایت کے سفاری پارک سے یہاں سرکس تک کیسے پہنچے اور چپی سے منگلو کیسے بنے؟"

منگلو ہنسا اور پھر دائیں بائیں دیکھ کر بولا "یار اس موبائل والے واقعے کے بعد ایک دن مجھے پھر شرارت سوجھی۔ میں نے ہاتھ کی صفائی دکھائی اور وارڈن کی پاکٹ سے چابیوں کا گچھا پار کر دیا۔ لو بھائی جی اس نے موبائل سے فون کر کے دو چار لوگوں کو مدد کے لیے بلایا اور ان سب نے مل کر جو ڈھونڈا تو چابیاں مل گئیں۔ اس وقت تو وہ سب خاموش رہے لیکن تھوڑی دیر بعد انہوں نے چابیوں کا ایک اور گچھا میرے سامنے ڈالا اور کچھ بند تالے بھی ڈال دیئے۔ پھر مجھے اشارہ کیا کہ انہیں کھولو۔ میں نے چند سیکنڈ چابیوں اور تالوں کا جائزہ لیا اور پھر صحیح صحیح چابی لگا کر کھٹا کھٹ تالے کھول دیئے۔ لو جی۔۔۔ ایک ہنگامہ مچ گیا۔ وارڈن تو خوش ہوا اور بولا کہ "چپی بڑا فن کار ہے" لیکن اس کے ساتھیوں نے مجھے جرائم پیشہ قرار دے دیا۔ کہنے لگے "یہ بدمعاش ایک دن چابیاں چرا کر سارے جانوروں کو آزاد کرا دے گا۔ یہ بہت خطرناک ہے۔ اسے چلتا کرو"۔ غرض کہ وارڈن کی رائے بھی میرے بارے میں خراب کر دی اور کچھ دن بعد مجھے ایک سرکس والے کے ہاتھ بیچ دیا گیا کہ جاؤ بیٹا اپنے فن سے سرکس دیکھنے والوں کا دل خوش کرو۔ وہ سرکس ایک دفعہ اس ملک میں آیا اور ان سے میرے نئے مالکوں نے منہ مانگی قیمت پر مجھے خرید لیا۔ منگلو نام رکھ دیا۔ تو بھائیو یہ ہے ہماری داستان"۔

وفادار اور بہادر نے تعریف سے منگلو کو دیکھا اور بہادر بولا: "لو خواہ مخواہ میں ہمارے یار کا نام موبائل چور پڑ گیا۔ بس آج سے ہم سب انہیں منگلو فن کار کہیں گے۔ پکا پکا فن کار"۔ سیانے نے تائید کی "ہاں جی۔۔۔۔ سو فی صد فن کار"۔ وفادار موقعہ پا کر گھاس چرنے لگا تھا۔ اس نے منہ اوپر اٹھایا اور بولا:

"ڈنکے کی چوٹ پر فن کار کہیں گے اپنے پیارے دوست کو۔۔۔۔ ہمیں کسی کا ڈر تھوڑا ہی ہے"۔

منگلو نے خوشی سے گال کھجایا اور خوخو کر کے ہنسا۔ وفادار کہنے لگا "لو منگلو بھائی۔ پھر ہو جائے اس خوشی میں ایک بار اور وہ موسم کا" بات پوری نہ ہوئی تھی کہ بہادر نے زور سے اس کی گردن پر تھوتھنی ماری اور آہستہ سے کہا "ندیدے"۔

بہادر کی آہستہ کی بات بھی منگلو نے سن لی اور بولا:

"ارے نہیں بہادر بھائی۔۔۔ ہمارے یار کو کچھ نہ کہو۔۔۔۔ یہ کہے تو اسے روز گڑ کھلاؤں۔ میرے منیجر نے شبراتی کی دوکان پر میرا کھاتہ کھلوا دیا ہے اور اس سے کہا ہے کہ منگلو

جتنی مٹھائی کھانا چاہے اسے کھلاؤ۔ انکار کبھی نہ کرنا"۔

وفادار نے جوش میں ہنہناتے ہوئے کہا "یہ ہوئی نا بات...... ہاں بھئی سرکس والوں کو ایسا گنوں والا بن مانس کہاں ملے گا۔ اسی لیے اسے خوش رکھتے ہیں"۔

بہادر نے غصہ ضبط کر کے مسکرانے کی کوشش کی اور بولا:

"کم بخت۔ کیوں منگلو فن کار کی روزی کے پیچھے پڑ گیا ہے۔ جس دن منیجر کو پتا چل گیا کہ منگلو خود کم کھا رہا ہے اور بھکاری کا پیٹ زیادہ بھر رہا ہے اسی دن اس بے چارے کی چھٹی ہو جائے گی"۔

منگلو وفادار کی بات سے ایسا چڑھ گیا تھا کہ لہرا کر بولا:

"ارے نہیں یار...... ہم نے بھی کچی گولیاں نہیں کھیلیں۔ مالک سے ایسی بنا کے رکھی ہے کہ جب چاہیں منیجر کی چھٹی کرا دیں"۔

وفادار کے منہ سے بے اختیار واہ واہ نکلی، بہادر بس مسکرا دیا لیکن سیانے سے چپ نہ رہا گیا۔ وہ بول پڑا:

"بس بس بس...... یار اب اتنے بھی اونچے نہ اڑو...... ہمیں سب معلوم ہے۔ ہم سے کون سی بات چھپی ہے؟"

منگلو شرمندہ ہو کر گال کھجانے لگا اور سیانے نے موضوع بدلا "کیوں بھائیو...... آج کوئی نئی تازی نہیں سنو گے؟"

بہادر نے بڑے جوش میں کہا "تو بھلا نئی تازی سنے بغیر تمہیں جانے کون دے گا؟ جلدی سنا لیکن ہو بڑھیا"

"تو پھر سنو" یہ کہہ کر سیانے نے سر پر سجے ہوئے کاغذی تاج کو سر ہلا کر ٹھیک کیا اور پھر کہانی شروع کی:

"بھائیو...... لندن شہر کا نام تو تم سب نے سن ہی رکھا ہے۔ اسی شہر میں کچھ دن پہلے ایک ریسٹورنٹ کے مالک کو ایک نئی بات سوجھی۔ اس نے اپنے ریسٹورنٹ کا ایک حصہ ان کتوں کے لیے مخصوص کر دیا جو صاحب لوگوں کے ساتھ وہاں آئیں۔ اس جگہ کتوں کے کھانے پینے اور ان کی خاطر تواضع کا بہترین انتظام کیا گیا۔ ریسٹورنٹ کے ایک حصے میں صاحب لوگ کھاتے پیتے اور دوسرے حصے میں خوبصورت پیالوں اور پلیٹوں میں بھنے ہوئے گوشت، برگر، ملک شیک، کیک پیسٹری، بسکٹ اور دوسری چیزوں سے ان کے کتوں کی تواضع ہوتی۔ یہ ریسٹورنٹ چونکہ لندن کے بڑے مہنگے علاقے میں ہے لہٰذا وہاں بس امیر لوگ ہی آتے ہیں اور ظاہر ہے کہ امیر لوگوں کے کتوں کا مزاج بھی رئیسانہ ہوتا ہے لہٰذا ریسٹورنٹ والے ان کی نازبرداری اپنا فرض سمجھتے ہیں اور اس فرض کی ادائیگی کی بڑی اونچی قیمت بھی وصول کرتے ہیں۔ کھانے کی قیمت علیحدہ اور صاحب کے کتے کو خوش کرنے کا ٹپ علیحدہ۔ بس یوں سمجھ لو کہ ایک رئیس کے کتے کی خاطر مدارات پر جتنا خرچ آتا ہے اس میں ہم تم جیسے پچیس تیس غریب اپنے پیٹ کی آگ بجھالیں"۔ وفادار حیرت سے ہنہنایا۔

"ارے نہیں یار...... بس رہنے دے"۔

سیانا سنجیدہ ہو گیا "چھوڑ یار...... تجھے دنیا کی خبر ہی نہیں۔ چلو میری بات کا یقین نہیں تو منگلو سے پوچھ لو۔ یہ تو ولایت پلٹ ہے۔ اس نے گھاٹ گھاٹ کا پانی پیا ہے۔ کیوں بھئی منگلو سچ سچ بتا۔ میری رعایت یا لحاظ نہ کرنا!"۔

ولایت پلٹ اور گھاٹ گھاٹ کا پانی پینے کا سرٹیفکیٹ پا کر میاں منگلو پھولے نہ سمائے۔ سینہ تان کر بولا:

"سیانے کی بات میں رتی بھر کھوٹ نہیں...... کھری بات ہے"۔ بہادر نے وفادار کی گردن پر اپنی تھوتھنی سے ٹہوکا دیا، بولا:

"وفادار تجھے تو بیچ میں بولنے کی بیماری ہے۔ بات کا مزا بھی نہیں لینے دیتا۔ اب چپکا بیٹھ...... ہاں جی منگلو...... سوری۔ میرا مطلب ہے سیانے بھائی تم بات کرو"۔

سیانے نے سوچتے ہوئے کہا "وفادار نے بات ہی بھلا دی...... ہاں تو میں بتا رہا تھا کہ جب کتا رخصت ہونے لگتا تو اُسے ایک خوبصورت نیلے ڈبے میں کتوں کے خاص بسکٹ بطور تحفہ دیئے جاتے ہیں جو ہڈیوں کی شکل کے ہوتے ہیں۔ یہ بسکٹ تو کبھی کبھی آنے والوں کے لیے ہیں۔ جو مہربان روز آتے ہیں ان کے کتے کے لیے اور تحفے بھی ہوتے ہیں۔ کتوں کے کھانے کے لیے باقاعدہ میز کرسی اور برتنوں کا انتظام تو ہے ہی، ان کھانوں کی ایک فہرست بھی تیار کی جاتی ہے جو ان کے لیے بنائے جاتے ہیں۔ اُسے خاندانی کتوں کا مینو کہتے ہیں۔ کتوں کے ریسٹورنٹ میں ایک دلچسپ نوٹس

بھی لگا ہے۔ لکھا ہے کہ جو کتا گندگی پھیلائے گا یا دوسرے کتوں سے لڑے بھڑے گا اُسے یہاں سے جانے پر مجبور کیا جائے گا"۔

منگلو نے خوش ہو کر کہا "ہاں جی' خاطر مدارات اپنی جگہ اور ڈسپلن اپنی جگہ"۔

بہادر نے وفادار کو چھیڑنے کے لیے کہا "یار وفادار اچھا ہوتا تم گھوڑے کے بجائے ولایتی کتا ہوتے۔ دن رات خاطریں ہوتیں تمہاری"۔

وفادار کی غیرت نے جوش مارا "لعنت بھیجتا ہوں ایسی خاطر اور کھانے پینے پر...... آئندہ ایسی بات منہ سے نہ نکالنا ورنہ دوستی ختم ہو جائے گی۔ مجھے اپنی نسل اور خاندان پر فخر ہے۔ لو اور سنو۔ آج کتا کہہ رہے ہو۔ کل چوہا بنا دینا"۔

سیانے نے وفادار کو بپھرتے ہوئے دیکھا تو خوش کرنے کو بولا:

"ہاں یار کتا پھر کتا ہے۔ چاہے یہاں کا ہو یا ولایت کا۔ یہ اور بات ہے کہ ان ولایت والوں نے کتوں کو سر پر چڑھا لیا ہے اور تو اور اب امریکا' جاپان اور برطانیہ والوں نے ان کے لیے ایک خوشبو یا عطر بھی تیار کر لیا ہے تاکہ ان میں سے بو نہ آئے"۔

بہادر نے وفادار کو پھر چھیڑا "تو اب تو تیار ہو کتا بننے کو؟"

وفادار ناراض ہونے کے بجائے مسکرا دیا اور سیانے سے بولا:

"یار سیانے کہیں اسے جلیبی کا شیرا تو چپکے سے نہیں پلا دیا جو بہک رہا ہے"۔

بہادر نے وار کیا "کم بخت شیرے کا نام نہ لے۔ رال ٹپکنے لگے گی"۔ سب نے مل کر قہقہہ لگایا اور سیانا جانے کی تیاری کرتے ہوئے بولا:

"چل بھئی منگلو۔ بڑا کام پڑا ہے۔ اچھا بھائیو اب اگلی ملاقات کا کچھ پتا نہیں کب ہو گی۔ کانفرنس کی ذمہ داری بہت بڑی ہے"۔

وفادار نے فقرہ کسا "ہاں جی اب تو بڑے لوگوں میں شامل ہو گئے ہو۔ اب ہمیں کیوں گھاس ڈالو گے"۔

سیانا ہنسا اور کہنے لگا: "گھاس کا تو اتنا بڑا میدان تمہارے لیے ہے۔ خوب کھاؤ۔ دراصل بات یہ ہے کہ پوری جانور برادری کی عزت کا سوال ہے۔ یہ ذمہ داری سب کے بھلے کے لیے قبول کی ہے۔ لیکن ملتے رہیں گے۔ اچھا بائی بائی۔ جلد ملیں گے۔ چل بھائی منگلو......

(باقی آئندہ)

☆☆☆

دنیا کا آئندہ مذہب: اب سے ایک سو سال بعد یا اس سے بھی پہلے انگلستان خاص طور پر اور مغربی دنیا عام طور پر مشرف باسلام ہو جائے گی اس لیے کہ اسلام میں ہر قسم کی ترقی کو جذب کرنے کی بے پناہ قوت موجود ہے۔ انسانی ارتقاء ترقی کی جس قدر بلندیوں تک پہنچ جائے وہ اسلام کو ہر جگہ اپنے ساتھ موجود پائے گا۔ اسلام نے انسانی حقوق کی جس قدر حفاظت کی ہے دنیا کی کوئی تہذیب' کوئی مذہب اور کوئی قانون اس کی برابری نہیں کر سکتا۔ دنیا حقیقی اور عملی اُخوت سے خالی ہے لیکن اسلام کا دسترخوان اس نعمت سے بھرپور ہے۔ ایک کہتا ہے میں جرمن ہوں۔ دوسرا کہتا ہے میں فرانسیسی ہوں۔ لیکن مسلمان دنیا کے کسی ملک میں آباد ہو' وہ اپنے کو صرف مسلمان کہتا ہے اور ثابت کر دیتا ہے کہ وہ علاقائی حدود اور عصبیت سے بالاتر ہے۔ اسلام ہر فرد بشر کو قانونی طور پر آزادی اور جائیداد کی ملکیت کا حق دیتا ہے۔ مساوات اور معاشی حقوق کا وہ عظیم الشان تخیل جسے یورپ نے آج سمجھا ہے' اسلام کی عملی زندگی میں تیرہ سو برس سے ہے اور مسلّم ہے۔ سرمایہ داری انسان کے لیے خوفناک لعنت ہے لیکن اگر اسلامی تعلیمات پر عمل کیا جائے تو یہ مصیبت پیدا ہی نہیں ہوتی!

(جارج برنارڈ شا)

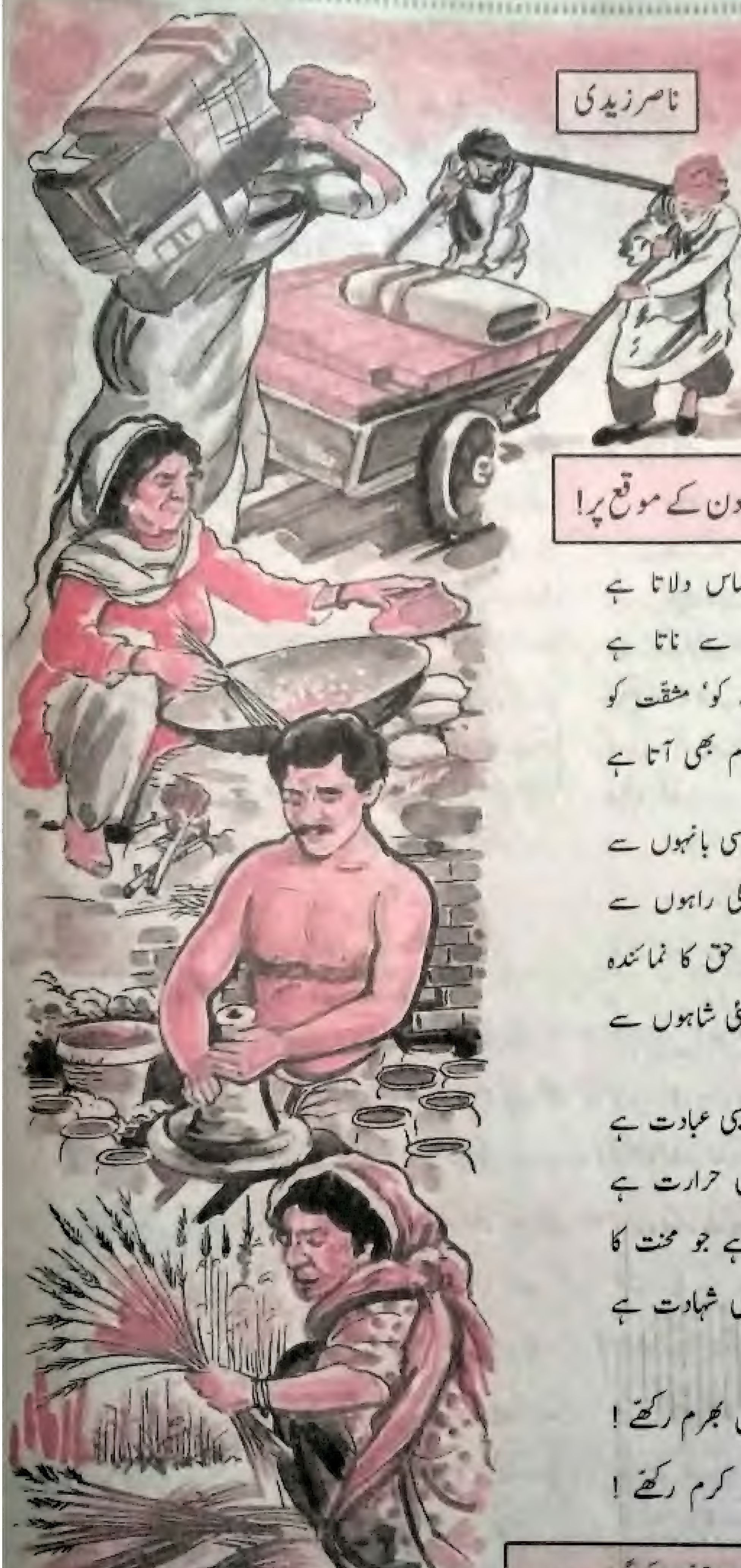

محنت کی عظمت

ناصر زیدی

یوم مئی، مزدوروں کے عالمی دن کے موقع پر!

محنت کا چلن ہم کو احساس دلاتا ہے
ہر فردِ جفاکش کا اللہ سے ناتا ہے
کرتے ہیں گوارا جو محنت کو، مشقت کو
ان کے لیے رحمت کا انعام بھی آتا ہے

روزی جو کماتا ہے مضبوط سی بانہوں سے
گویا وہ گزرتا ہے، ایمان کی راہوں سے
مزدور کی صورت میں یہ حق کا نمائندہ
ہوتا ہے فقیری میں بہتر کئی شاہوں سے

سچ پوچھو تو محنت ہی اک ایسی عبادت ہے
جو عالمِ ہستی میں ایماں کی حرارت ہے
اللہ کی راہوں میں رُتبہ ہے جو محنت کا
بیداد زمانے میں حق اس کی شہادت ہے

محنت کے تقدّس کا جو شخص بھرم رکھے!
اس شخص پہ دنیا میں اللہ کرم رکھے!

چلن: طریقہ   جفاکش: محنتی   ناتا: تعلق   تقدّس: پاکیزگی، رُتبہ، عزت

سوالوں کے صحیح جواب دیجئے اور 450 روپے کی کتابیں لیجئے

ایک سے زائد اور سات سے کم حل موصول ہونے کی صورت میں انعام مساوی مالیت میں دیئے جائیں گے۔ سات یا سات سے زیادہ حل موصول ہونے کی صورت میں فیصلہ بذریعہ قرعہ اندازی ہوگا اور چھ انعام بالترتیب 100، 90، 80، 70، 60 اور 50 روپے کی مالیت کی کتابوں کے دیئے جائیں گے۔

1۔ حضرت عبدالمطلب نے اپنے کس بیٹے کے فدیہ میں ایک سو اونٹ کی قربانی کی تھی؟

2۔ آنحضور ﷺ کے پردادا کا نام کیا تھا؟

3۔ پیارے نبی ﷺ کا نام "محمدؐ" کس نے رکھا تھا؟

4۔ آپ کی ولادت باسعادت کس دن ہوئی تھی؟

5۔ قریش مکہ آنحضرت کو کن القابات سے پکارتے تھے؟

6۔ حضور ﷺ کے ان چچازاد بھائی کا نام بتایئے جن کی پرورش خود آپؐ نے کی تھی۔

7۔ مردوں میں سب سے پہلے اسلام لانے والے کون صحابیؓ تھے؟

8۔ پیارے نبیؐ نے اپنے کون سے محترم چچا کو "سید الشہداء" فرمایا تھا؟

9۔ آنحضورؐ پر نازل ہونے والی پہلی وحی کا پہلا لفظ کیا تھا؟

10۔ ہجرت کے دوران آنحضورؐ کے ساتھی کون تھے؟

جوابات علمی آزمائش اپریل 2004ء

1۔ جنگ احد۔ 2۔ ابو ہاشم۔ 3۔ سیالکوٹ۔ 4۔ ماسکو۔ 5۔ ماؤنٹ ایورسٹ۔ 6۔ وزیر آباد۔ 7۔ براعظم افریقہ۔ 8۔ صوبہ بلوچستان۔ 9۔ ہاتھی۔ 10۔ 63 سال۔

اس ماہ لاتعداد ساتھیوں کے بالکل درست حل موصول ہوئے۔ ان میں سے ان 6 ساتھیوں کو بذریعہ قرعہ اندازی انعام دیئے جارہے ہیں۔

☆ پہلا انعام: رافعہ شاہد' لاہور۔
☆ دوسرا انعام: حسنین احمد' ہنگو۔
☆ تیسرا انعام: وقاص احمد' چکوال۔
☆ چوتھا انعام: عتیق الرحمان' شور کوٹ۔
☆ پانچواں انعام: حسن فہیم کوہاٹ۔
☆ چھٹا انعام: جمیل احمد' راولپنڈی۔

ان ساتھیوں کے نام بذریعہ قرعہ اندازی شائع کیے جارہے ہیں:۔

ثنا فاروق حویلی بہادر شاہ۔ محمد شہریار اسلام آباد۔ کلیم اللہ جلال پور جٹاں۔ محمد ابوبکر فیصل آباد۔ مصباح رائے اسلام آباد۔ یاسر قوی لاہور۔ قدرت نواز راولپنڈی۔ فرح تسلیم ناز سیالکوٹ۔ دانیال مشتاق اٹک۔ بلال احمد کراچی۔ مریم شفیق مظفر آباد آزاد کشمیر۔ نکہت حنا اسلام آباد۔ غلام حسن ڈھوک دارا۔ طیب رضوان فاضل پور۔ رومیلا وقار کراچی۔ جاوید اقبال اوکاڑا۔ عائشہ گل اٹک۔ ہاجرہ بیگم میرپور۔ محمد معزالدین ٹیکسلا کینٹ۔ فرح ظفر اوکاڑا۔ روا فاطمہ کراچی۔ عبدالغفار خان جہلم۔ ندیم اسماعیل لاہور۔ ارم شہزادی لاہور۔ عزیز احمد کراچی۔ اورنگ زیب کراچی۔ ذیشان جمیل شاہ پور۔ نثار مصطفیٰ ملتان۔ صدف عنبرین ٹیکسلا۔ رابعہ رحمان کامرہ۔ محمد اکرام خوشاب۔ محمد عتیق ٹیکسلا۔ ایمن فاروقی لاہور۔ فرح نذیر لاہور۔ مریم امتیاز بہاولپور۔ احمد جمال فیصل آباد۔ توقیر علی حیدر آباد۔ علی کامران کوئٹہ۔ نورین شمشاد سیالکوٹ۔ احمد ظفر ملتان۔ راحیلہ ناز کوئٹہ۔ صدف علی سرگودھا۔ گوہر فاطمہ شاہ پور۔ مشتاق احمد کیانی شیخوپورہ۔ نوازش علی اسلام آباد۔ ثنا فاطمہ ایبٹ آباد۔ اکرم گردیزی ملتان۔ شاہ بابو اوکاڑا۔ نورین ظفر علی بہاولپور۔ تسلیم احمد قصور۔ احمد علی نورانی شکارپور۔ محمود جگنو کوہاٹ۔ جاوید علی بنوں۔ شہریار خان ملتان۔

ہر حل کے ساتھ کوپن چسپاں کرنا ضروری ہے۔ آخری تاریخ 10 مئی 2004ء

دماغ لڑاؤ

نام: ______________________

مقام: ______________________

پتا: ______________________

____

مجرم کون؟

مجرم کا کھوج لگائیں اور 500 روپے
کی کتابوں کا انعام پائیں۔

ہر حل کے ساتھ کوپن بھیجنا ضروری ہے۔ جواب بھیجنے کی آخری تاریخ 10 مئی 2004ء

مجرم کون؟

نام: ____________

پورا پتا: ____________

____

____

انسپکٹر زاہد ایک جگہ میدان میں ایک ایسے مجرم کا پیچھا کر رہے تھے جو ایک خطرناک سپیرا بھی تھا۔ تعاقب کے دوران انسپکٹر زاہد کا پستول گر گیا۔ عین اسی وقت سپیرے نے جلدی سے ان پر سانپ چھوڑ دیا۔ اس کی بین قریب ہی گر گئی۔ اس وقت انسپکٹر زاہد نے حاضر دماغی سے کام لیا اور سانپ کو ختم کر کے سپیرے کو جا دبوچا۔ آپ سوچ کر بتائیں کہ یہ کس طرح ممکن ہوا؟

اپریل 2004ء میں شائع ہونے والے "مجرم کون؟" کا صحیح حل: انسپکٹر زاہد نے جلدی سے ایک چھوٹا پتھر قریب کیا۔ اُسے سلاخ کے نیچے رکھ کر اس کا ایک سرا بھاری پتھر کے نیچے رکھا اور دوسرے سرے پر خود زور لگایا۔ یوں پتھر ایک طرف کو لڑھک گیا۔ ان کے دوست نے بوجھ سے آزاد ہوتے ہی چور اور اس کی واردات کے بارے میں پوری تفصیل سے آگاہ کر دیا۔

یہ جواب اس دفعہ ہزاروں بچوں نے ارسال کیا، جن میں سے 10 بچے بذریعہ قرعہ اندازی انعام کے حق دار ٹھہرے۔ ان ساتھیوں کو 50'50 روپے کی کتابیں دی جا رہی ہیں۔

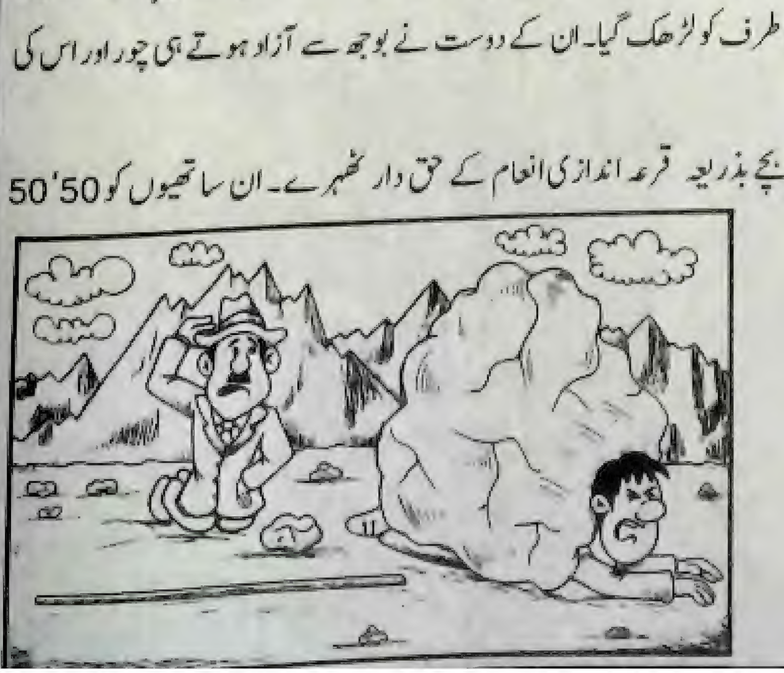

(1) عاصمہ مومن' بہاولپور (2) دانیال احمد سبزواری' کراچی (3) محمد شعیب ریاض' لاہور (4) عبدالوہاب' میانوالی (5) اصدق احمد' راولپنڈی (6) فاطمہ خالد' منگلا کینٹ (7) نوشیروان طارق' لاہور (8) عبدالوہاب' پشاور شہر (9) محمد احمد' لیاقت پور (10) شیر علی' نوشہرہ کینٹ۔

کارٹون کہانی
شاہد ریاض شاہد
نرالے میاں کا نرالا لباس
ایک دفعہ نرالے میاں نے ایسا لباس تیار کیا جو وہیں کھڑے کھڑے اپنا ڈیزائن بدل لیتا تھا۔
لو بھائیو! ابھی آپ کے سامنے اس کا ڈیزائن بدلے گا!
نرالے میاں نے گنجو کو اپنے لباس میں سے ایک دھاگا دیا اور کہا:
یہ لو بھائی! اس کو صرف دو دفعہ کھینچنا ڈیزائن خود بخود بدل جائے گا۔
گنجو میاں پردے کے پیچھے کھڑے تو ہو گئے مگر دھاگا انہوں نے دو کی بجائے نو دفعہ کھینچ دیا۔
پتا نہیں نرالے بھائی نے دھاگا دو دفعہ کھینچنے کو کہا ہے کہ نو دفعہ؟
گنجو میاں نے اتنی بار دھاگا کھینچا کہ وہ گھبرا سے گئے!!
ہائیں.... گنجو کو کیا ہو گیا۔ کمبخت کر کیا رہا ہے؟
دھاگا کئی بار کھینچا گیا تو نرالے میاں کا لباس زمین پر گر پڑا اور وہ چلا اٹھے:
ابے ظالم یہ کیا کیا؟ سب کے سامنے مجھے ایسا کر دیا!

جو کرتے ہیں دنیا میں محنت زیادہ

سراپا روشنی

فیض رسول فیضان

گزشتہ دنوں اپنے ایک دوست کی وساطت سے ایک باہمت نوجوان سے ملاقات ہوئی۔ نہایت چاق چوبند' خوش شکل' خوش اطوار' اکہرا بدن' سانولا رنگ' چہرہ کھلتا ہوا' گفتگو کا انداز مرعوب کن' ہنستے مسکراتے اس نوجوان کا نام ہے: فیض رسول فیضان۔ یقیناً آپ بھی اس نوجوان سے ضرور ملنا چاہیں گے تو آیئے اس تحریر کے ذریعے ہم آپ کو ملوائے دیتے ہیں۔

فیض رسول فیضان کا تعلق رینالہ خورد (ضلع اوکاڑا) سے ہے۔ پنجاب یونیورسٹی میں زیرِ تعلیم ہیں۔ 2002ء میں آپ نے بی اے کرنے کے بعد یہاں ایم اے سپیشل ایجوکیشن میں داخلہ لیا۔ گزشتہ امتحانات میں 82 فی صد نمبر حاصل کر کے سب سے اول پوزیشن حاصل کی۔

انھیں صحافت سے لگاؤ ہے اور اس سلسلے میں مقامی اخبارات میں اکثر قابلِ قدر مضامین لکھتے رہے ہیں۔ جس درد اور اخلاص کے ساتھ نعت خوانی کے ذریعے بحضور رسالت مآب ﷺ حسن عقیدت کے پھول نچھاور کرتے ہیں اس کی مثال ناممکن نہیں تو مشکل ضرور ہے۔ گویا ان کے نام "فیض رسول فیضان" ہی کی تاثیر ان کی اس بے پایاں محبت و عقیدت میں جھلکتی نظر آتی ہے۔ فیضان بہت اچھے مقرر ہیں' اعلیٰ درجے کے نعت خواں' اچھے شاعر اور سب سے نمایاں بات یہ کہ وہ حافظ قرآن ہیں۔ بھلا اس سے بڑھ کر اعزاز اور کیا ہو سکتا ہے؟

دراصل انسان کا اندازِ فکر درست ہو' سوچ تعمیری ہو اور قوت ارادی مضبوط ہو تو وہ زندگی کے مشکل سے مشکل مرحلے کامیابی سے طے کر سکتا ہے۔ محنت اور لگن کے حوالے سے ہم نے بہت سے واقعات سن رکھے ہیں اور ان گنت پُرعزم انسانوں کے حالاتِ زندگی سے بھی واقف ہیں تاہم ہمارے اس دوست کی صورت میں عزم و عمل کی ایک قابلِ فخر اور زندہ و تابندہ مثال ہمارے سامنے آئی ہے۔ جب تک فیضان ایسے پُرعزم' باہمت اور محنتی نوجوان علم کے حصول اور اس کی روشنی پھیلانے میں مصروف کار ہیں' ہمیں مستقبل سے مایوس ہونے کی قطعی ضرورت نہیں ــــ بقول فیضان: "کیا ہوا جو آنکھ کی بینائی نہیں' میرا دل تو روشن ہے!"

جی ہاں! آپ یہ سن کر حیران ہوں گے کہ ہمارے یہ دوست بچپن ہی سے نابینا ہیں۔ مگر "دل کی روشنی" سے مالا مال ہیں۔ "دل کی روشنی" جو سچی سوچ' سچی لگن' عقیدت اور کمال حسنِ بندگی ہی سے میسر آتی ہے' اللہ کے اس پُرعزم اور محنتی بندے کے لیے کامیابی اور نیک نامی کے راستے آشکار کرتی چلی جا رہی ہے۔

آیئے یہ جاننے کے بعد دوبارہ اس نوجوان کی شخصیت کا مطالعہ کرتے چلیں۔ فیض رسول فیضان نے پرائمری تک اوکاڑا کے "سکول فار بلائنڈز" میں تعلیم حاصل کی۔ میٹرک رینالہ خورد سے کیا اور ایف اے' بی اے گورنمنٹ ڈگری کالج اوکاڑا سے اور پھر مزید تعلیم کے حصول کے لیے پنجاب یونیورسٹی لاہور میں ایم اے سپیشل ایجوکیشن میں داخلہ لیا اور قدم بہ قدم سنہری کامیابیاں حاصل کرنے لگے۔

فیضان بڑی دلکش اور ہنس مکھ شخصیت کے مالک ہیں۔ خداداد ذہانت کا کمال دیکھیے کہ ہوسٹل میں رہتے ہوئے' اِدھر اُدھر آنے جانے اور بحسن و خوبی روزمرہ کے کام نپٹانے میں کوئی رکاوٹ محسوس نہیں کرتے۔ لائبریری میں جانا ہو' ڈیپارٹمنٹ میں کلاس ہو' یا دوستوں کے ساتھ یونیورسٹی بس میں مارکیٹ جانا ہو یا کسی قسم کا فنکشن ہو' فیضان آپ کو ہمہ وقت چاق چوبند اور مستعد نظر آئیں گے۔ ہوسٹل میں ان کا کمرہ دیکھیے تو آپ کو حیران کن حد تک نفاست' صفائی ستھرائی اور ترتیب نظر آئے گی۔ انھیں موسیقی اور کرکٹ کا بھی شوق ہے۔ کرکٹ کی نابینا ٹیم کے بہترین کھلاڑی رہے ہیں۔ فیضان شاعری کا بھی اچھا ذوق رکھتے ہیں۔ شاعروں میں انھیں علامہ اقبالؒ زیادہ پسند ہیں۔

وہ بچوں سے بے حد پیار کرتے ہیں۔ بچوں کے حوالے سے جب ہم نے ان سے بات کی تو کہنے لگے: "بچے ہمارا مستقبل ہیں۔ ہمیں ان کی ہر خوشی عزیز ہونی چاہیے۔ وہ زندگی سے خوب لطف اندوز ہوں۔ خوب محنت کریں اور اپنے ہر عمل میں اپنے آپ کو خدا و رسولؐ کے سامنے جواب دہ سمجھیں۔ خاص طور پر "خصوصی بچے" اپنے آپ کو دوسروں سے کم تر نہ سمجھیں بلکہ محنت کریں اور آگے بڑھیں۔ دوسروں کا رویہ بھی معذور لوگوں کے ساتھ نفرت آمیز نہیں ہونا چاہیے۔ باہمی احترام ہی اصل انسانیت ہے"۔

ساتھیو! آپ اور ہم فیضان ایسے اولوالعزم اور محنتی نوجوانوں کی ترقی و منزلت کے لیے یقیناً دعا گو رہیں گے۔ ایسے لوگ پورے معاشرے کے لیے قابلِ تقلید مثال ہیں۔

(سید محمد جاوید امتیازی)

☆☆☆

چرواہا

محمد منتسب تحسین، فیصل آباد (پہلا انعام: 100 روپے کی کتابیں)

افق تسنیم، اسلام آباد (دوسرا انعام: 75 روپے کی کتابیں)

ثمن افضال، لاہور (تیسرا انعام: 50 روپے کی کتابیں)

اسد جمال، منڈی بہاؤالدین (چوتھا انعام: 45 روپے کی کتابیں)

محمد زکریا، عیسیٰ خیل (پانچواں انعام: 40 روپے کی کتابیں)

مناہل شیخ، ڈیرہ غازی خان (چھٹا انعام: 35 روپے کی کتابیں)

ان ہونہار مصوروں کی تصویریں بھی اچھی ہیں:۔ کلثوم لودھی کوئٹہ۔ سمعیہ مختار سرگودھا۔ ردا حسین لاہور۔ ارسلان اسلم سانگلہ ہل۔ قرۃ العین لاہور۔ کنول فاطمہ لاہور۔ عرفانہ ریاض چکوال۔ محمد معاذ خان کراچی۔ نعیم عطاء اللہ محراب پور۔ سحر خورشید لاہور۔ مسعود احمد اوکاڑا۔ شعیب سانول فیصل آباد۔ ساجد امیر کراچی۔ شاہدہ امیر کراچی۔ سونیا اقبال فیصل آباد۔ ثناء خان کہوٹہ۔ عرفان محمد بہاولپور۔ مہران ندیم ڈیرہ غازی خان۔ ثنیا عارف منڈی بہاؤالدین۔ اسماء ہاشمی کامرہ۔ زینب لودھی کوئٹہ۔ ضحیٰ خالد راولپنڈی۔ اکرم خان پشاور۔ جہانزیب شاہ حیدر آباد۔ خرم خلیل یزدانی کوئٹہ۔ احمد علی خاکوانی ملتان۔ شہروز خان کوہاٹ۔ شہباز احمد لاہور۔

جون کا موضوع
میں اور میرا ''تعلیم و تربیت''

آخری تاریخ 10 مئی

جون کا موضوع:
طالب علم

آخری تاریخ 10 جون

ہدایات: تصویر 6 انچ چوڑی، 9 انچ لمبی اور رنگین ہو۔ تصویر کی پشت میں مصور اپنا نام، عمر، کلاس، اور پورا پتا لکھے اور اسکول کے پرنسپل یا ہیڈ مسٹریس سے تصدیق کروائے کہ تصویر اسی نے بنائی ہے۔

تلاشِ گمشدہ

اعتبار ساجد

اخبار میں اس کی ایک چھوٹی سی تصویر چھپی ہوئی تھی اور نیچے لکھا تھا۔

تلاش گمشدہ

"نام راجو...... عمر پندرہ سال' رنگ گورا' ماتھے پر چوٹ کا نشان آج سے پندرہ دن پہلے گھر سے غائب ہو گیا ہے جس شخص کو ملے وہ پتا ذیل پر پہنچا دے...... آمد و رفت کے خرچ کے علاوہ مبلغ دس ہزار روپے انعام دیئے جائیں گے۔ راجو خود پڑھے تو ہمیں اطلاع دے ہم اسے خود آ کر لے جائیں گے۔ اس کی والدہ سخت بیمار ہے اور ہر وقت اسے یاد کرتی رہتی ہے"۔

نیچے راجو کے والد کا نام اور گھر کا پتا لکھا ہوا تھا۔ راجو نے اپنی دھندلائی ہوئی آنکھوں سے کئی مرتبہ اشتہار پڑھا۔ اماں کی بیماری کا پڑھ کر اس کا دل دھک سے رہ گیا۔ اماں کس قدر پریشان ہوں گی! خدا جانے کتنی بیمار ہوں گی! پتا نہیں ابا نے روپوں کا انتظام کس طرح کیا ہو گا......؟

اور اس کی تلاش میں کہاں کہاں کی ٹھوکریں کھائی ہوں گی۔

ٹھیک ہے وہ ابھی ابا کو خط لکھتا ہے۔

مگر وہ پتا کہاں سے لائے۔ وہ پتا کہاں کا لکھے۔ کراچی میں تو اس کا کوئی ٹھکانہ ہی نہیں۔ جب سے وہ کراچی میں پانی کی تلاش میں نکلا تھا اور قاسم سے ملا تھا اس وقت سے وہ قاسم کے پاس ہی رہتا تھا مگر آج قاسم بھی اسے چھوڑ کر غائب ہو گیا اسے تو قاسم کا پتا بھی نہیں معلوم......

اخبار والے کی آواز پر راجو چونک پڑا۔ وہ پوچھ رہا تھا:

"کیا سوچنے لگے؟"

"کچھ بھی نہیں......" راجو نے اداسی سے کہا۔ "کچھ بھی تو نہیں۔" "میں جانتا ہوں تم کیا سوچ رہے ہو...... اخبار والے نے مزید زور دے کر کہا: "میں لوگوں کے چہرے پڑھ لیتا ہوں...... مجھے انسان کے دل اور دماغ کا سارا حال اس کے چہرے پر نظر آجاتا ہے۔ تم مجھ سے کچھ بھی تو نہیں چھپا سکتے...... بولو...... گھر جانا چاہتے ہو"

"ہاں......" راجو نے جلدی سے کہا۔

"ٹھیک ہے میں تمہیں اپنے ساتھ لے چلوں گا"۔ اخبار والے نے اخبار تہہ کر کے اپنی جیب میں رکھتے ہوئے کہا...... "مگر فی الحال میرے پاس اتنی رقم نہیں ہے کہ میں اپنا اور تمہارا سفر خرچ برداشت کر سکوں...... بہتر یہ ہے کہ تم دو چار دن میرے پاس ٹھہر جاؤ! اس دوران میں روپوں کا بندوبست کر لوں گا تو تمہیں لے چلوں گا۔ فی الحال تم یہ کاغذ اور یہ قلم لو اور اپنے باپ کو لکھو کہ تار منی آرڈر سے مجھے دو ہزار روپے فوراً بھیج دے"۔

یہ کہہ کر اس نے اپنی جیب سے ایک سفید کاغذ اور قلم نکال کر راجو کی طرف بڑھا دیا۔ راجو کی سمجھ میں نہ آیا کہ جب اخبار والا روپوں کا خود بندوبست کرنے کی بات کر رہا ہے تو دو ہزار روپے کیوں منگوا رہا ہے اس نے ڈرتے ڈرتے پوچھ لیا۔

اخبار والے کا چہرہ سرخ ہو گیا۔ آنکھیں دہکنے لگیں۔ زور سے بولا: "تمہاری خاطر میں بھیک تو نہیں مانگوں گا۔ تم کوئی میرے چاچے کے لڑکے ہو کہ تمہارے لیے میں خوار ہوتا پھروں۔ یہ تو میری شرافت ہے کہ میں تمہیں گھر پہنچانے کی مصیبت مول لے رہا ہوں ورنہ تمہارے ساتھ مجھے کیا ہمدردی ہے۔ تم جاؤ جہنم میں مجھے کیا۔ تمہارا باپ دو ہزار روپے بھیج دے گا تو تمہیں لے چلوں گا۔ نہیں بھیجے گا تو تمہیں پولیس کے حوالے کر دوں گا۔ وہ خود تمہارا بندوبست کرتی پھرے گی' مجھے کیا؟" اخبار والے کی آنکھوں میں بڑی خود غرضی اور سنگ دلی نظر آ رہی تھی۔ راجو کو اس کی صورت سے نفرت سی ہونے لگی مگر خوف کی وجہ سے وہ چپکا رہا۔

یہ بھی خیال ذہن میں تھا کہ اگر اس نے اخبار والے سے کوئی اونچی نیچی بات کی تو وہ کہیں اسے پولیس کے حوالے نہ کر دے۔ پھر خدا جانے پولیس اس کے ساتھ کیا سلوک کرے۔ پھر یہ بات بھی تھی کہ اخبار والے کی صورت میں اسے عارضی سہارا مل رہا تھا۔

یہ سہارا بھی چھن گیا تو وہ اتنے بڑے شہر میں کہاں ٹھوکریں کھاتا پھرے گا؟

وہ خاموشی سے میز کے پتھر پر ناخن سے لکیریں بنانے لگا۔

اخبار والا کچھ دیر تک خاموش رہا۔ پھر اچانک نرمی سے بولا:

"ارے چائے ٹھنڈی ہو رہی ہے اور تم نے سموسہ بھی تو نہیں کھایا' جلدی جلدی کھا کر ختم کرو..... پھر فٹافٹ خط لکھ دو' میں ابھی لفافہ خرید کر ارجنٹ ڈلیوری سے پوسٹ کر دوں گا جو زیادہ سے زیادہ تمہارے باپ کو پرسوں تک مل جائے گا۔ اپنی خیریت بھی لکھو اور یہ بھی لکھ دینا کہ میں ایک بہت شریف آدمی کے پاس ہوں..... کوئی فکر کرنے کی ضرورت نہیں ہے۔ میں جلد آجاؤں گا"۔

راجو نے مجبوراً سر ہلایا۔ سموسہ کھا کر چائے کے دو تین گھونٹ لیے اور قلم اٹھا کر خط لکھنے لگا۔ اخبار والا بار بار جھک کر دیکھتا کہ وہ کیا لکھ رہا ہے ساتھ ہی ساتھ بولتا بھی جاتا کہ یوں لکھو.....

خط ختم کر کے راجو نے اس کے حوالے کیا۔ اخبار والے نے ایک بار پھر بڑے غور سے خط پڑھا اور کہنے لگا:

"اب اپنا نام لکھ کر معرفت چمن دین پان فروش پہلی چورنگی ناظم آباد کراچی لکھو....." راجو نے اخبار والے کا بتایا ہوا پتا لکھ دیا۔ پتے میں دوکان کا نمبر بھی تھا۔

اس کام سے فارغ ہو کر اخبار والے نے اطمینان کا ایک سانس لیا پھر جیب سے ایک اور کاغذ نکال کر بولا:

"ذرا اس پر دو چار جگہ اپنے دستخط کر کے تو دکھاؤ..... دیکھوں تو سہی تمہارے دستخط کیسے ہیں۔ شکل سے تو تم بڑے ذہین نظر آتے ہو۔ ماشاء اللہ دستخط بھی شاندار ہوں گے"۔

راجو اپنی تعریف سن کر خوش ہوگیا۔ اس نے جلدی جلدی دو چار کی بجائے آٹھ دس دستخط کر دیئے۔

"ماشاء اللہ..... ماشاء اللہ..... اخبار والے نے خوش ہو کر کاغذ اس کے ہاتھ سے کھینچ لیا..... "یہ تو یادگار دستخط ہیں بھئی۔ میں اپنے پاس تمہاری نشانی کے طور پر رکھوں گا"۔

یہ کہہ کر اس نے احتیاط سے کاغذ کو تہہ کر کے جیب میں رکھ لیا۔ پھر اچانک سگریٹ کا پیکٹ اٹھا کر بولا:

"تم ایک منٹ یہاں ٹھہرو..... میں سامنے والے ڈاک خانے سے لفافہ خرید کر خط پوسٹ کر دوں تو سیدھا یہاں آتا ہوں..... پھر میں تمہیں اپنے گھر لے چلوں گا۔ وہاں چل کر تم نہانا دھونا آرام کرنا..... اور جب تک تمہارے باپ کا جواب نہیں آتا میرے پاس ہی رہنا..... ٹھیک ہے نا..... بس میں ابھی آیا..... ایک منٹ میں..... کہیں جانا مت....."

یہ کہہ کر وہ تیز تیز قدموں سے ہوٹل کے پچھلے دروازے سے باہر نکل گیا۔ اس کے جانے کے بعد راجو کو اکیلے پن کا احساس ہونے لگا۔ ہوٹل کی میزیں لوگوں سے بھری ہوئی تھیں مگر تمام چہرے راجو کے لیے اجنبی تھے۔ وہ کچھ دیر تک پہلو بدلتا رہا پھر ہوٹل کی دیوار پر لگی ہوئی گھڑی دیکھنے لگا۔ پندرہ منٹ..... بیس منٹ..... آدھا

گھنٹہ...... ایک گھنٹہ...... مگر اخبار والا واپس نہیں آیا۔

راجو نے پریشان ہو کر ساتھ والی میز پر بیٹھے ہوئے ایک آدمی سے پوچھا:

"کیوں بھائی صاحب ڈاکخانہ کتنی دور ہے......؟"

اس آدمی نے کہا:

"اندازاً دو میل دور ہو گا یہاں سے......"

"دو میل......؟" راجو چونک پڑا مگر اخبار والا تو کہہ گیا تھا کہ وہ سامنے والے ڈاک خانے میں جارہا ہے...... ابھی واپس آجائے گا۔ اس نے بے چینی سے پوچھا۔

"یہاں ہوٹل کے سامنے کوئی ڈاک خانہ نہیں......"

"کوئی نہیں ہے"۔ اس آدمی نے سر ہلا کر کہا...... "دو میل سے پہلے یہاں کوئی ڈاک خانہ نہیں......"

اب تو راجو بڑا پریشان ہوا...... اس کا یہ مطلب ہے کہ اخبار والا اسے دھوکہ دے گیا۔ آخر وہ کب تک یہاں بیٹھا رہے گا۔ چل کر دیکھنا تو چاہیے کہ اخبار والا کہاں گیا...... یہ سوچ کر وہ اٹھا گولیوں ٹافیوں کا تھیلا سنبھالا اور دروازے کی طرف بڑھا۔

ایک کڑکتی ہوئی آواز آئی: "اس چھوکرے سے دس روپے لیو" اس آواز نے راجو کے قدم روک لیے۔ اس نے پلٹ کو دیکھا۔ جو بیرا سموسے اور چائے لایا تھا اسی نے یہ آواز لگائی تھی۔ راجو سمجھا شائد اس نے کسی اور کو کہا ہے۔ یہ سوچ کر وہ دروازے کی طرف بڑھا۔

بیرے نے لپک کر اس کا بازو پکڑ لیا...... گرج کر بولا:

"او چھوکرے...... کدھر جاتا ہے......؟"

"باہر جاتا ہوں......" راجو نے بازو چھڑاتے ہوئے کہا۔

"پہلے دس روپے دیئو...... پھر باہر جائیو......" بیرے نے اس کے بازو میں انگلیاں چبھوتے ہوئے کہا۔

"پیسے میرے ساتھی نے نہیں دیئے......؟" راجو نے حیران ہو کر پوچھا۔

"اگر اس نے دیئے ہوتے تو میں تمہیں کیوں پکڑتا"۔ بیرے نے کہا۔

راجو چکرا گیا۔ کانپتی ہوئی آواز میں اس نے کہا...... "تو پھر میرے پاس تو پیسے نہیں ہیں......"

"ہم کچھ نہیں جانتا......" بیرے نے خشک لہجے میں کہا...... "ادھر کاونٹر پر سیٹھ بیٹھا ہے اس کے پاس چل کر فیصلہ کرو......" یہ کہہ کر وہ کھینچتا ہوا راجو کو ہوٹل کے مالک کے پاس لے گیا۔

ہوٹل کے مالک کا چہرہ سرخ تھا اور ٹھوڑی پر فرنچ کٹ

داڑھی تھی۔ اس نے سارا قصہ سن کر راجو کو گھورا...... پھر داڑھی کھجا کر بولا...... "تم پیسے کیوں نہیں دیتے چھوکرے...... ؟

راجو کی سمجھ میں نہ آیا کیا جواب دے۔ اس نے کچھ بولنا چاہا۔ مگر زبان لڑکھڑا گئی۔ ہونٹ خشک ہو گئے۔

بیرے نے اس سے میٹھی گولیوں والا تھیلا چھینتے ہوئے کہا...... "یہ ادھر رکھ دو...... جب پیسہ لا کر دے گا تو یہ تھیلا واپس مل جائے گا۔ ٹھیک ہے نا سیٹھ؟"

ہوٹل کے مالک نے صرف داڑھی کھجائی' کچھ بولا نہیں۔ بیرے نے زور سے راجو کو ایک تھپڑ مارا اور دروازے کی طرف دھکا دے دیا...... راجو اس اچانک دھکے سے خود کو سنبھال نہ سکا اور دھڑام سے دروازے کے باہر جا گرا۔ لوگ ہنسنے لگے۔ وہ جلدی سے کپڑے جھاڑ کر اٹھ کھڑا ہوا۔ اس کی آنکھوں میں آنسو تھے۔

وہی آدمی جس سے اُس نے ڈاک خانے کا پتا پوچھا تھا۔ وہ قریب آ کر بڑی ہمدردی سے بولا:

"بڑا افسوس ہے دوست تمہارے ساتھ بہت بری ہوئی۔ تمہارا ساتھی تمہیں دھوکہ دے گیا۔ ہوٹل والے نے تمہارا تھیلا بھی چھین لیا اور اتنی بے عزتی کی......!"

راجو نے جلدی سے اپنے آنسو پونچھ لیے۔

"تم کہاں رہتے ہو......؟ اس نے راجو سے پوچھا۔

"کہیں بھی نہیں......؟

"یعنی کیا مطلب......؟" وہ حیران ہو کر بولا......" میں سمجھا نہیں"۔

راجو نے اسے بتایا کہ وہ کراچی میں اجنبی ہے اور اب تک اس کا کہیں کوئی رہائش کا بندوبست نہیں ہے۔

اس آدمی نے کہا...... "چچ چچ ...... پردیسی ہو...... شائد نوکری کی تلاش میں کراچی آئے ہو......؟"

راجو نے سر ہلا دیا۔

"پھر کہیں ملی نوکری......؟" وہ آدمی پوچھنے لگا۔

"اب تک تو نہیں ملی......" راجو نے مایوسی کے عالم میں کہا۔

"کیا کروں دوست......؟ اس آدمی نے افسوس سے کہا "میرے پاس اتنے پیسے نہیں ہیں کہ میں ہوٹل والے کو ادا کر کے تمہارا تھیلا چھڑا دوں۔ میں ایک غریب آدمی ہوں۔ کپڑے کی ایک مل میں ملازم تھا ہڑتالوں کی وجہ سے آج کل مل بند ہے۔ اس لیے بیکار ہوں...... تم ایسا کرو یہ چار روپے رکھ لو۔ فی الحال تو میں تمہاری یہی مدد کر سکتا ہوں"۔

یہ کہہ کر اس آدمی نے جیب سے چار روپے نکال کر راجو کو دے دیئے۔

راجو نے بہت انکار کیا مگر وہ نہیں مانا۔ روپے راجو کی جیب میں ڈال دیئے اور کہنے لگا۔ "یہ روپے میں نے بچا کر رکھے تھے کہ سگریٹ کے دو پیکٹ خرید لوں گا۔ مگر چلو...... اب میں یہ سمجھوں گا کہ یہ رقم مجھ سے کہیں گم ہو گئی یا کسی اور کے کام آ گئی......"

راجو کو اس آدمی کی باتوں میں بڑی سادگی اور بڑا خلوص نظر آیا۔ اس نے جلدی سے پوچھا...... "آپ کا نام کیا ہے بھائی صاحب......؟"

"کیا کرو گے نام پوچھ کر......" وہ آدمی مسکرا کر بولا...... "مجھے تو افسوس یہ ہے کہ میں تمہارے کسی کام نہیں آ سکتا۔ اپنے چھ بچوں کے ساتھ ایک جھونپڑے میں رہتا ہوں جہاں اتنی گنجائش نہیں ہے کہ میں کسی کو رکھ سکوں۔ ورنہ یقیناً میں تمہیں اپنے ساتھ لے چلتا۔ غریب ضرور ہوں...... لیکن اللہ نے دل بہت بڑا دیا ہے"۔

اچانک اس نے بس اسٹاپ کی طرف دیکھتے ہوئے راجو سے ہاتھ ملا کر جلدی جلدی کہا:

"اچھا دوست میں چلا...... میری بس آ رہی ہے۔ یہ بس نکل گئی تو مجھے بہت دیر تک بس اسٹاپ پر خجل خوار ہونا پڑے گا۔ کراچی کی بسوں کا حال تو تم جانتے ہی ہو۔ ایک بس نکل گئی تو دوسری مشکل سے ملتی ہے۔ اللہ تمہارا حامی و ناصر ہو...... خدا حافظ...... کاش میں تمہارے کام آ سکتا"۔

یہ کہہ کر وہ لمبے لمبے ڈگ بھرتا ہوا بس کی طرف لپک گیا۔

راجو دیر تک اسے دیکھتا رہا...... اور سوچتا رہا کہ برے لوگوں کے ساتھ ساتھ اس دنیا میں اچھے انسانوں کی کمی نہیں۔ اچھے انسان کانٹوں سے بھری ہوئی اس دنیا میں ایسے پھولوں کی طرح ہیں جن کی خوشبو سے فضا مہکتی رہتی ہے۔ (باقی آئندہ)

بلا عنوان

اس کارٹون کا اچھا سا عنوان تجویز کیجئے اور 500 روپے کی کتابیں لیجئے۔
عنوان بھیجنے کی آخری تاریخ 10 مئی 2004ء

اپریل 2004ء کے "بلاعنوان کارٹون" کے لیے بے شمار عنوان موصول ہوئے جن میں سے جج صاحبان کو مندرجہ ذیل 6 عنوانات پسند آئے اور ان کے مطابق یہ 6 ساتھی انعام کے حق دار قرار پائے۔

☆ اورنگ زیب حسن، کراچی ("کوے کے رنگ نرالے" پہلا انعام: 100 روپے کی کتابیں)

☆ زنیرہ طاہر، فیصل آباد ("نہلے پہ دہلا" دوسرا انعام: 95 روپے کی کتابیں)

☆ علیزہ طارق، رحیم یار خاں ("کوا چلا ہنس کی چال" تیسرا انعام: 90 روپے کی کتابیں)

☆ حافظ عبدالرحمان، چکوال ("ہم بھی کسی سے کم نہیں" چوتھا انعام: 80 روپے کی کتابیں)

☆ محمد عمر نعیم، جھنگ صدر ("اناڑی بنا شکاری" پانچواں انعام: 75 روپے کی کتابیں)

☆ سونی سلیم، پشاور ("سپرہٹ فارمولا" چھٹا انعام: 60 روپے کی کتابیں)

The Taleem-o-Tarbiat, Lahore

RL NO. 154 PAKISTAN'S MOST WIDELY READ URDU MAGAZINE FOR CHILDREN OF ALL AGES Price Rs. 15.00